جلد ۵ جنوری ۱۹۶۴ء شمارہ ۱

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ چندہ چھ روپے

فی پرچہ ۶۰ پیسے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

(آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

انصار اللہ

جنوری سنہ ۱۹۶۴ء

NOORUDDIN LIBRARY
10272 Accession No. Date 04/08/21

(ایڈیٹر)

مسعود احمد دہلوی

سالانہ چندہ: چھ روپے ۔ فی پرچہ: ساٹھ پیسے

فہرست مضامین

روحانیت کا زندگی بخش موسم بہار	ایڈیٹر	۳
تزکیۂ نفس کے لئے کم کھانے اور بھوک برداشت کرنے کی اہمیت	حضرت بانیٔ سلسلۂ احمدیہ علیہ السلام	۹
خدا تعالیٰ کا مقرب ضرور عزت پاتا ہے (عربی نظم)	" " "	۱۲
ہمارے لئے خدا کی دوستی ہی کافی ہے (فارسی نظم)	" " "	۱۲
روزہ کے فوائد	حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ	۱۴
رمضان کی حقیقت	مکرم پروفیسر بشارت الرحمٰن صاحب ایم۔اے	۱۸
سادہ زندگی	مکرم پروفیسر شیخ محبوب عالم صاحب خالد ایم۔اے	۲۴
صحت کو برقرار رکھنے کا ایک بنیادی اصول	ایک ماہر طبیب ڈاکٹر کے قلم سے	۲۹
مردِ وفا سرشت اور پیکرِ محبت و عشق	مکرم شیخ محمد احمد صاحب پانی پتی مرحوم	۳۵
فاضلِ اجل اور عالم باعمل کی المناک رحلت	ایڈیٹر	۴۰
افریقہ میں عیسائیت کے زوال کی وجہ	ایڈیٹر	۴۱
بچوں کے صفحات :-		
انوکھی منت	محترم شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی	۴۵
ملکِ روحانی کی شاہی (نظم)	دُرِ ثمین	۴۶
اہم مرکزی اعلانات	قائدین مجلس انصار اللہ مرکزیہ	۴۷

طابع وناشر:- چوہدری محمد ابراہیم ۔ مطبع:- ضیاء الاسلام پریس ربوہ ۔ مقام اشاعت:- دفتر ماہنامہ "انصار اللہ"۔ الصدر جنوبی ربوہ ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جلد ۵ | ماہنامہ انصار اللہ ربوہ | شمارہ ۱

جنوری سنہ ۱۹۶۴ء

روحانیت کا زندگی بخش موسم بہار

ماہِ صیام اور اس کی عظیم الشان برکات

یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل اور اُس کا عظیم الشان احسان ہے کہ اُس نے ہمیں قرآن مجید جیسی کامل کتاب جو تمام صداقتوں کی جامع اور تمام خوبیوں کا سرچشمہ ہے عطا فرمائی ہے اور اس طرح ہمیشہ ہمیش کے لئے ہماری کامل رہنمائی اور ہدایت کا سامان فرمایا ہے۔ اس پر ہم جس قدر بھی خدا تعالیٰ کا شکر ادا کریں کم ہے۔ پھر اس پر زبان اور عمل سے شکر کا اظہار فرضِ عین کے طور پر اس لئے بھی لازمی اور ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی اس بے مثل و مانند عظیم الشان نعمت پر نہ صرف انفرادی بلکہ اجتماعی طور پر شکر بجالانے کا حکم دیا ہے اور اجتماعی شکر بھی اس رنگ اور اس شان کا کہ رُوئے زمین پر بسنے والے تمام مسلمان بالغ مرد اور عورتیں بیک وقت اس میں شریک ہوں۔ یہ اجتماعی شکر بجالانے کا حکم اللہ تعالیٰ نے خود قرآن مجید میں دیا ہے۔ فرماتا ہے:۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ	رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا
الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ	جو تمام انسانوں کے لئے **ہدایت** ہے اور ایسے
مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ	دلائل پر مشتمل ہے جو بذاتِ خود ہدایت اور حق و باطل
شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ؕ	میں تمیز کرنے والے ہیں۔ پس تم میں سے جو شخص اس
وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ	مہینے کو پائے اسے چاہیئے کہ وہ اس کے روزے
فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ يُرِيْدُ اللّٰهُ	رکھے۔ اور جو شخص مریض ہو یا سفر پر ہو تو اُس پر

بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ (البقرہ آیت ۱۸۶)

اور دنوں میں تعداد پوری کرنی واجب ہوگی۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے دشواری نہیں چاہتا تاکہ تم تعداد کو پورا کرلو۔ (یہ سب احکام اس لئے ہیں) تاکہ تم اللہ کی بڑائی بیان کرو کہ اس نے تم کو ہدایت (یعنی قرآن جیسی کامل کتاب) عطا کی ہے اور یہ کہ (اس طرح) تم اس کے شکرگزار بنو۔

اِن آیات میں اللہ تعالیٰ نے رمضان کے مہینے کی یہ فضیلت بیان فرمائی ہے کہ اِس میں قرآن جیسی کامل اور ہمیشہ ہمیش قائم رہنے والی ہدایت کا نزول ہوا۔ اِس آیت کے نزول کی یادگار کے طور پر اُس نے ہر مسلمان کے لئے یہ لازمی قرار دیا ہے کہ جب بھی سال کے بعد یہ مبارک مہینہ آئے تو وہ سارا مہینہ روزے رکھے۔ اِس کا فائدہ یہ بیان فرمایا ہے کہ اگر مسلمان ایسا کریں گے تو انہیں اِس کے نتیجے میں اپنے پروردگار کی بڑائی بیان کرنے کی توفیق ملے گی اور یہ تحمید و تمجید قرآن جیسی نعمت عطا ہونے پر شکرگزاری کے طور پر ہوگی۔ سو گویا رمضان کے روزے فرض قرار دینے کی ایک بڑی وجہ یہ ہوئی کہ تا تمام مسلمان بحیثیتِ مجموعی اللہ کی بڑائی بیان کرکے اِس بات پر اُس کا شکر ادا کریں کہ اُس نے انہیں قرآنی ہدایت کی شکل میں عظیم الشان نعمت عطا فرمائی ہے اور اُن پر اپنا خاص فضل کیا ہے۔ اِس اجتماعی شکرگزاری کی وجہ سے رمضان کے روزوں کی جو نزولِ قرآن کی یادگار کے طور پر تمام بالغ مردوں اور عورتوں پر فرض ہیں عظمت و اہمیت بہت بڑھ جاتی ہے کیونکہ ایسی صورت میں جہاں پوری شرائط کے ساتھ روزے رکھنے کے نتیجہ میں لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ کی بشارت صادق آتی ہے وہاں اِس کے برعکس روزوں میں سُستی دکھانے یا ان سے عمداً گریز کرنے کے نتیجہ میں وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ کی وعید بھی صادق آئے بغیر نہیں رہتی۔ اگر دیکھا جائے تو بلا عذرِ شرعی روزوں سے عمداً گریز قرآن مجید کے تعلق میں ناشکری کے ارتکاب کے باعث انسان کو مستحق عذاب بنا سکتا ہے۔ یہ وہ خوفناک انجام ہے جس کے تصور سے ہی ایک حقیقی مومن کا دل لرز اٹھتا ہے۔

پھر وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ رمضان کے مہینے میں روزوں کے علاوہ جو خود اپنی ذات میں ایک عظیم الشان عبادت ہیں بعض ایسی مخصوص عبادات بجا لانی بھی ضروری ہیں کہ جن کی وجہ سے انسان کا زیادہ سے زیادہ وقت ذکرِ الٰہی اور اللہ تعالیٰ کی تحمید و تمجید میں گزرے۔ اسی لئے رمضان کے روزے محض مقررہ اوقات میں کھانے پینے سے اجتناب تک ہی محدود نہیں ہوتے بلکہ ان کے ساتھ ساتھ دعاؤں، ذکرِ الٰہی اور نوافل کی مخصوص عبادات بھی ادا کرنا ہوتی ہیں۔ ان کے بغیر روزہ اپنے حقیقی معنوں کی رُو سے روزہ نہیں ہوتا۔

اسے ہم فاقہ کا نام تو دے سکتے ہیں لیکن روزہ نہیں کہہ سکتے۔

جہاں تک روزہ کا تعلق ہے اس کا عبادت ہونا اس سے ہی ظاہر ہے کہ اس میں انسان دن کے اوقات میں کھانے پینے کی اُن چیزوں سے جن پر اس کی زندگی کا دارومدار ہے محض اس لئے مجتنب رہتا ہے اور ان کے قریب بھی نہیں جاتا کہ خدا نے اسے ایسا ہی حکم دیا ہے۔ پھر ان ضروریات سے پرہیز کے علاوہ جن پر بقائے ذات کا دارومدار ہے وہ اپنے نفس پر قابو کر کے دن کے اوقات میں اُن حوائج سے بھی ہاتھ کھینچ لیتا ہے جن پر بقائے نوع کا انحصار ہے یعنی ازدواجی تعلقات سے بھی کنارہ کش ہو جاتا ہے۔ اپنے نفس اور نفسانی خواہشات پر کنٹرول وہ محض اس لئے کرتا ہے کہ تا خدا کے حکم کی تعمیل کر کے وہ اس کی رضا حاصل کرے۔ سو جب وہ حصولِ رضائے الٰہی کی خاطر تمام جائز اور حلال چیزوں کے استعمال سے دستکش ہو جاتا ہے تو پھر ناجائز اور حرام چیزوں کے قریب پھٹکنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ روزہ وہ عبادت ہے جس کی جزا خود اللہ تعالیٰ ہے۔ لیکن جیسا کہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایک مضمون میں رقم فرمایا تھا روزہ محض کھانے پینے سے اجتناب کا نام نہیں بلکہ اصل روزہ دل کی نیکی اور ضبطِ نفس اور تقویٰ اور اخلاص اور انابت الی اللہ اور خصوصی دعاؤں کا روزہ ہے جس کے نتیجہ میں انسان خدا کا قرب حاصل کرتا ہے اور زمین سے اُٹھ کر آسمان کی بلندیوں تک پہنچتا ہے۔

رمضان میں وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ کے تحت روزہ کے علاوہ سب سے بڑا اور کامل ذکرِ الٰہی یہ ہے کہ خود قرآن مجید کی جس کے نزول کی یادگار کے طور پر یہ روزے رکھے جاتے ہیں بہت تلاوت کی جائے، اس کے معانی اور مطالب پر غور کیا جائے، اس کے اوامر و نواہی پر بدل و جان عمل پیرا ہونے کے عزم کو اور زیادہ راسخ کیا جائے اور خدا سے اس کی توفیق مانگی جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت تھی کہ حضور رمضان میں قرآن مجید کی زیادہ تلاوت کیا کرتے تھے اور کم از کم ایک مرتبہ پورا قرآن مجید ضرور تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ حدیث میں آتا ہے کہ ہر رمضان میں جبرائیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر قرآنی وحی دُہراتے تھے اور آنحضورؐ کے وصال تک برابر ایسا کرتے رہے۔ سو جہاں نزولِ قرآن رمضان میں شروع ہوا وہاں ایک رنگ میں کہا جا سکتا ہے کہ سارا قرآن رمضان میں ہی اُترا۔ پس رمضان میں جس کے روزے نزولِ قرآن کی یادگار کے رنگ میں قرآن جیسی نعمت عطا ہونے پر شکر گزاری کے لئے فرض کئے گئے ہیں یہ امر بہت ضروری ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت پر خاص زور دیا جائے اور اس کے انوار و برکات سے اپنے سینہ و دل کو منور کیا جائے۔

ایک اور عملِ خیر جو وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ کے تحت رمضان میں بجا لانا ضروری ہے یہ ہے کہ حسبِ توفیق زیادہ سے زیادہ صدقہ و خیرات کی جائے۔ حدیث شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کو

باہمی ہمدردی اور غمخواری کا مہینہ قرار دیا ہے، اور فرمایا ہے کہ علی الخصوص اس مہینہ میں صدقہ وخیرات کرنے سے مومن کا رزق بڑھتا ہے۔ حضورؐ کا اپنا طریق یہ تھا کہ رمضان میں بہت کثرت کے ساتھ صدقہ وخیرات کیا کرتے تھے بلکہ یہاں تک لکھا ہے کہ آپ اس قدر صدقہ وخیرات فرماتے تھے کہ گویا آپ کا ہاتھ ایک تیز آندھی کی طرح چلتا تھا۔

وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰىکُمْ کے تحت رمضان میں ایک اور نہایت اہم عبادت نماز تہجد یا نماز تراویح کا التزام ہے۔ نماز تہجد قرب الٰہی کے حصول کا ایک نہایت ہی اہم ذریعہ ہے۔ اس میں انسان کو رات کی نیند قربان کرکے اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہونے، قرآن مجید کی تلاوت کرنے، اور اپنے گناہوں اور لغزشوں کی بخشش مانگنے کا انمول موقع میسر آتا ہے۔ یہی وہ زینہ ہے جس کی مدد سے وہ آسمان کی بلندیوں میں پہنچ کر عالم لاہوت میں محو پرواز ہوتا اور حسب استعداد روحانی علو وارتفاع سے ہمکنار ہوتا ہے اور رحمت خداوندی خاص بندوں میں شامل کرکے اسے فائز المرام کر دیتی ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ رمضان اور قرآن بندہ کی سفارش کریں گے۔ روزہ یہ کہے گا کہ اے خدا میں نے اس کو کھانے پینے اور دیگر خواہشات سے دن میں روکے رکھا اس کے لئے تو میری سفارش قبول فرما۔ اور قرآن یہ کہے گا کہ میں نے اس کو رات کی نیند سے باز رکھا یعنی نماز تہجد کی خاطر سونے نہیں دیا اس کے حق میں میری سفارش قبول کر۔ پس ان دونوں کی سفارشیں قبول کی جائیں گی۔ اس سے ظاہر ہے کہ علی الخصوص رمضان کے مہینے میں جبکہ انسان روزہ دار ہو اور پھر وہ رات کو اُٹھ کر عبادت الٰہی میں اس کا ایک حصہ بسر کرے تو یہ وہ بہترین زادِ راہ ہے جس سے اُس کی عاقبت محمود ہو سکتی ہے۔

پھر رمضان کی ایک خاص برکت جو وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰىکُمْ کے خدائی ارشاد کی تعمیل کو نقطۂ عروج پر پہنچانے والی ہے وہ اعتکاف کی عبادت ہے۔ یہ خصوصی عبادت رمضان کے آخری عشرہ میں روحانی چلّہ کے طور پر ہمہ وقت مسجد میں مقیم رہ کر کی جاتی ہے۔ اس میں انسان وقتی طور پر تمام دنیوی علائق سے منہ موڑ کر حقیقتہً خدا ہی کے لئے ہو جاتا ہے۔ یہ ایسی عبادت ہے جسے صحیح طور پر بجا لا کر ہر انسان اپنی اپنی استعداد اور اپنے اپنے رنگ میں خدا تعالیٰ کے حضور یہ عرض کرنے کے قابل ہو سکتا ہے کہ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

الغرض رمضان کا بابرکت مہینہ صبر، ایثار، ضبطِ نفس، عفو، حلم، اعتدال اور باہمی ہمدردی وغمخواری کے اوصاف کو ترقی دینے اور ذکر الٰہی اور تحمید و تمجید کے غیر معمولی مواقع مہیا کرنے کے اعتبار سے روحانیت کے زندگی بخش موسم بہار کی حیثیت رکھتا ہے۔ جہاں اس میں دعائیں بکثرت قبول ہوتی ہیں اور انسان قربِ الٰہی حاصل کرکے زمین سے اُٹھ کر آسمان کی بلندیوں تک جا پہنچتا ہے وہاں اس میں طالبِ صادق کو انتشارِ روحانیت کی عظمت و برکت والی ایک ایسی رات بھی میسر آتی ہے جسے خدا نے اپنے کلام پاک میں ہزار مہینوں سے بھی بہتر قرار دیا ہے۔

اُس کے خوش بخت و بلند اقبال ہونے میں کیا شک ہے جس نے یہ رات پالی اور اس سے تقرب الی اللہ کے رنگ میں پورا پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔ بلاشبہ وہ اپنی مراد کو پہنچ گیا۔ وہ خوش انجام یقیناً فائز المرام ہے۔

جس طرح موسم بہار میں ہر طرف سبزہ ہی سبزہ اور پھول ہی پھول نظر آتے ہیں اور دماغ ان کی مشام جانفزا سے معطر اور دل باغ باغ ہوئے جاتے ہیں اسی طرح روحانیت کے اس زندگی بخش موسم بہار میں ہر جگہ ماحول میں یکایک ایک تبدیلی آجاتی ہے۔ ہر طرف ذکرِ الٰہی، تلاوتِ قرآن مجید، درسِ قرآن میں شمولیت، نماز تراویح اور نماز تہجد میں حاضری، اور باہمی ہمدردی و غمخواری کی فراوانی نظر آتی ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ یکدم دنیا کی کایا پلٹ گئی ہے اور ہر سمت نیکی، تقویٰ، پارسائی اور خشیت کی حکمرانی اور خدائی رحمتوں اور برکتوں اور فضلوں کی ارزانی ہے ---- رمضان کی یہی وہ عظیم الشان برکتیں ہیں جن کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے رحمت، مغفرت، اور حصولِ جنت کا مہینہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ حدیث میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کی آخری تاریخ کو اپنے اصحابؓ کو بلوایا۔ جب تمام صحابہؓ خدمتِ نبوی میں حاضر ہو گئے تو آپؐ خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا:-

يَا اَيُّهَا النَّاسُ قَدْ اَظَلَّكُمْ شَهْرٌ عَظِيْمٌ، شَهْرٌ مُّبَارَكٌ، شَهْرٌ فِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ. جَعَلَ اللّٰهُ صِيَامَهٗ فَرِيْضَةً وَّقِيَامَ لَيْلِهٖ تَطَوُّعًا. مَنْ تَقَرَّبَ فِيْهِ بِخَصْلَةٍ مِّنَ الْخَيْرِ كَانَ كَمَنْ اَدّٰى فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ. وَهُوَ شَهْرُ الصَّبْرِ وَالصَّبْرُ ثَوَابُهُ الْجَنَّةُ وَشَهْرُ الْمُوَاسَاةِ وَشَهْرٌ يُّزَادُ فِيْهِ رِزْقُ الْمُؤْمِنِ. مَنْ فَطَّرَ فِيْهِ صَائِمًا كَانَ لَهٗ وِقَايَةً وَّمَغْفِرَةً لِّذُنُوْبِهٖ وَعِتْقُ رَقَبَتِهٖ مِنَ النَّارِ وَكَانَ لَهٗ مِثْلُ اَجْرِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّنْتَقِصَ مِنْ اَجْرِهٖ شَيْءٌ. يُعْطِي اللّٰهُ هٰذَا الثَّوَابَ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا عَلٰى

اے لوگو! تمہارے پاس عظمت اور برکت والا مہینہ آرہا ہے۔ اس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر اس مہینہ کے روزے فرض کر دیئے ہیں اور رات کا قیام نفل قرار دیا ہے اس میں نفلی عبادت کا ثواب اور دنوں کی فرض عبادت کے برابر ہے۔ یہ مہینہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے۔ یہ مہینہ باہمی غمخواری اور ہمدردی کا مہینہ ہے۔ اس میں مومن کا رزق بڑھتا ہے جس نے کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرایا اُس کے گناہ بخشے جائیں گے اور وہ آتشِ دوزخ سے نجات پائے گا اور اس کے روزہ کے برابر ثواب پائے گا بغیر اس کے کہ اس (غریب) کے ثواب سے کچھ گھٹایا جائے۔ اللہ تعالےٰ یہ ثواب ہر اس شخص کو دے گا جو کسی روزہ دار کو

مُذْقَةِ لَبَنٍ اَوْ تَمْرَةٍ اَوْ شَرْبَةٍ مِّنْ مَّاءٍ۔ وَمَنْ اَشْبَعَ صَائِمًا سَقَاهُ اللّٰهُ مِنْ حَوْضِيْ شَرْبَةً لَّا يَظْمَأُ حَتّٰى يَدْخُلَ الْجَنَّةَ۔ وَهُوَ شَهْرٌ اَوَّلُهٗ رَحْمَةٌ وَّاَوْسَطُهٗ مَغْفِرَةٌ وَّاٰخِرُهٗ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ۔ وَمَنْ خَفَّفَ عَنْ مَّمْلُوْكِهٖ فِيْهِ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ وَاَعْتَقَهٗ مِنَ النَّارِ۔ (مشکوٰۃ)

فقط لسی، کھجور یا پانی کا ایک گھونٹ پلا دے۔ اور جس نے روزہ دار کو کھلا کر سیر کیا اللہ تعالیٰ اس کو میرے حوض میں سے ایسا پانی پلائے گا کہ وہ جنت میں داخل ہونے تک پیاسا نہیں ہوگا۔ اس مہینہ کا اول حصہ رحمت، درمیانی حصہ مغفرت اور آخری حصہ جہنم سے چھٹکارا حاصل کرنے کا ہے۔ جو اس مہینہ میں اپنے خادم اور غلام کا کام ہلکا کرے گا اللہ تعالیٰ اسے بخش دے گا اور اسے آگ سے نجات عطا کرے گا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم میں سے ہر شخص کو رمضان کی عظمت و اہمیت کو سمجھنے اور اس کی عظیم الشان برکات سے صحیح معنوں میں متمتع ہونے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ ہم قرآنی حکم وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ پر عمل پیرا ہوتے ہوئے رمضان کی مخصوص عبادات بجا لائیں اور اس طرح اس کے شکر گزار بندے قرار پائیں۔ ہمیں محض اس کے فضل سے پوری شرائط کے ساتھ روزے رکھنے، قرآن مجید کی پورے طور پر تلاوت کرنے، تراویح اور تہجد کی نمازیں بالالتزام ادا کرنے، انشراح صدر سے صدقہ و خیرات دینے، اعتکاف کی عبادت بجا لا کر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے اور اس طرح اس کے مقبول بندوں میں شامل ہونے کی توفیق ملے۔ اور فی الحقیقت اس مہینہ کا اول حصہ ہمارے لئے رحمت، درمیانی حصہ مغفرت اور آخری حصہ جہنم سے چھٹکارا دلا کر جنت کا وارث بنانے کا موجب ثابت ہو اور ہم ہمیشہ ہمیش کے لئے اس کے فضلوں، رحمتوں اور برکتوں کے وارث قرار پائیں۔ آمین اللّٰھم آمین۔

قرآن کو کثرت سے پڑھو!

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"قرآن شریف کو کثرت سے پڑھو مگر نرا قصہ سمجھ کر نہیں بلکہ فلسفہ سمجھ کر۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۱۵۵)

کلمات طیبات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

کم کھانا اور بھوک برداشت کرنا بھی تزکیۂ نفس کے واسطے ضروری ہے

اس سے کشفی طاقت بڑھتی اور ترقی پذیر ہوتی ہے

امام الزمان سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے روح پرور ملفوظات میں رمضان کی عظمت و اہمیت اور اس کی عظیم الشان برکات پر بہت مسحور کن انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ ذیل میں حضور کے ان ملفوظات کے دو نہایت اہم اقتباسات ہدیۂ قارئین کئے جا رہے ہیں۔ امید ہے احباب انہیں بہت توجہ اور غور سے مطالعہ فرمائیں گے اور رمضان کی عظیم الشان برکات سے پورے طور پر متمتع ہونے کی کوشش کریں گے۔ (ادارہ)

---

(۱) "صلوٰۃ کے بعد روزہ کی عبادت ہے۔ افسوس ہے کہ اس زمانہ میں بعض مسلمان کہلانے والے ایسے بھی ہیں جو ان عبادات میں ترمیم کرنا چاہتے ہیں۔ وہ اندھے ہیں اور خدا تعالیٰ کی حکمت کاملہ سے آگاہ نہیں۔ تزکیۂ نفس کے واسطے یہ عبادات لازمی پڑی ہوئی ہیں ...... کم کھانا اور بھوک برداشت کرنا بھی تزکیۂ نفس کے واسطے ضروری ہے۔ اس سے کشفی طاقت بڑھتی ہے۔ انسان صرف روٹی سے نہیں جیتا۔ بالکل ابدی زندگی کا خیال چھوڑ دینا اپنے اوپر قہر الٰہی کا نازل کرنا ہے۔

"روزہ دار کو خیال رکھنا چاہیئے کہ روزہ سے صرف یہ مطلب نہیں کہ انسان بھوکا رہے بلکہ خدا کے ذکر میں بہت مشغول رہنا چاہیئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف میں بہت عبادت کرتے تھے۔ ان ایام میں کھانے پینے کے خیالات سے فارغ ہو کر اور ان ضرورتوں سے انقطاع کر کے تبتل الی اللہ حاصل کرنا چاہیئے۔ بدنصیب ہے وہ شخص جس کو جسمانی روٹی ملی مگر اس نے روحانی روٹی کی پرواہ نہیں کی۔ جسمانی روٹی سے جسم کو قوت ملتی ہے ایسا ہی روحانی روٹی روح کو قائم رکھتی ہے اور اس سے روحانی قویٰ تیز ہوتے ہیں۔" (لیکچر لا الٰہ الا اللہ ص۱۳)

(۲) "عبادات دو قسم کی ہوتی ہیں عبادات مالی اور بدنی۔ مالی عبادات تو اس کے لئے ہیں جس کے پاس مال ہو اور جس کے

پاس نہیں وہ معذور ہے۔ بدنی عبادتیں بھی انسان جوانی ہی میں کر سکتا ہے ورنہ ساٹھ سال کے بعد طرح طرح کے عوارضات لاحق ہو جاتے ہیں۔ نزول الماء وغیرہ شروع ہو کر نابینائی آجاتی ہے۔ سچ ہے پیری و صد عیب چنیں گفتہ اند۔ اور جو کچھ انسان جوانی میں کر لیتا ہے اس کی برکت بڑھاپے میں بھی ہوتی ہے اور جس نے جوانی میں کچھ نہیں کیا اُسے بڑھاپے میں بھی صدہا رنج برداشت کرنے پڑتے ہیں ع

موئے سفید از اجل آرد پیام۔

اس لئے انسان کو چاہیئے کہ حسب استطاعت خدا کے فرض بجا لاوے۔ روزہ کے بارہ میں خدا فرماتا ہے اَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ یعنی اگر تم روزہ رکھ ہی لیا کرو تو اس میں تمہارے لئے بڑی خیر ہے۔

ایک بار میرے دل میں آیا کہ یہ فدیہ کس لئے مقرر ہے، تو معلوم ہوا کہ یہ اس لئے ہے کہ اس سے روزہ کی توفیق ملے۔ خدا ہی کی ذات ہے جو توفیق عطا کرتی ہے۔ اور ہر شے خدا ہی سے طلب کرنی چاہیئے وہ قادر مطلق ہے۔ وہ اگر چاہے تو ایک مدقوق کو بھی طاقت روزہ کی عطا کر سکتا ہے۔

اس لئے مناسب ہے کہ ایسا انسان جو دیکھے کہ روزہ سے محروم رہا جاتا ہوں تو دعا کرے کہ الٰہی یہ تیرا ایک مبارک مہینہ ہے میں اس سے محروم رہا جاتا ہوں اور کیا معلوم کہ آئندہ سال رہوں یا نہ رہوں یا ان فوت شدہ روزوں کو ادا کر سکوں یا نہ اس لئے اس سے توفیق طلب کرے۔ مجھے یقین ہے کہ ایسے قلب کو خدا طاقت بخش دے گا۔

اگر خدا چاہتا تو دوسری اُمتوں کی طرح اس اُمت میں کوئی قید نہ رکھتا مگر اس نے قیدیں بھلائی کے واسطے رکھی ہیں۔ میرے نزدیک اصل یہی ہے کہ جب انسان صدق اور کمال اخلاص سے باری تعالیٰ میں عرض کرتا ہے کہ اس مہینے میں مجھے محروم نہ رکھ تو خدا اسے محروم نہیں رکھتا اور اس حالت میں اگر رمضان میں بیمار ہو جائے تو یہ بیماری اس کے حق میں رحمت ہو جاتی ہے کیونکہ ہر عمل کا مدار نیت پر ہے۔ مومن کو چاہیئے کہ وہ اپنے وجود سے اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی راہ میں دلاور ثابت کر دے۔

جو شخص کہ روزہ سے محروم رہتا ہے مگر اس کے دل میں یہ نیت بھی درد دل سے تھی کہ کاش میں تندرست ہوتا اور روزہ رکھتا، اس کا دل اس بات کے لئے گریاں ہے تو فرشتے اس کے لئے روزے رکھیں گے بشرطیکہ وہ بہانہ جو نہ ہو تو خدا تعالیٰ ہرگز اُسے ثواب سے محروم نہ رکھے گا۔ یہ ایک باریک امر ہے۔ اگر کسی شخص پر اپنے نفس کی کسل کی وجہ سے روزہ گراں ہے اور وہ اپنے خیال میں گمان کرتا ہے کہ میں بیمار ہوں اور میری صحت ایسی ہے کہ اگر ایک وقت نہ کھاؤں تو فلاں فلاں عوارض لاحق ہوں گے

اور یہ ہوگا اور وہ ہوگا تو ایسا آدمی جو خدا کی نعمت کو خود اپنے اوپر گراں گمان کرتا ہے کب اس ثواب کا مستحق ہوگا۔ ہاں وہ شخص جس کا دل اس بات سے خوش ہے کہ رمضان آگیا اور اس کا منتظر ہی تھا کہ آوے اور روزہ رکھوں اور پھر وہ بوجہ بیماری کے رکھ نہیں سکتا وہ آسمان پر روزہ سے محروم نہیں ہے۔ اس دنیا میں بہت لوگ بہانہ جو ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم اہلِ دنیا کو دھوکا دے لیتے ہیں ویسے ہی خدا کو فریب دینا چاہتے ہیں۔ بہانہ جو اپنے وجود سے آپ مسئلہ تراش لیتے ہیں اور تکلّفات کو شامل کر کے ان مسائل کو صحیح گردانتے ہیں لیکن خدا کے نزدیک وہ صحیح نہیں ہے۔ تکلّفات کا باب تو بہت وسیع ہے۔ اگر انسان چاہے تو اس کے رُو سے ساری عمر بیٹھ کر ہی نماز پڑھتا رہے اور روزے بالکل نہ رکھے مگر خدا اس کی نیّت اور ارادے کو جانتا ہے۔ جو صدق اور اخلاص رکھتا ہے خدا جانتا ہے کہ اس کے دل میں درد ہے اور خدا اُسے اصل ثواب سے بھی زیادہ دیتا ہے کیونکہ دردِ دل ایک قابلِ قدر شے ہے۔ حیلہ جُو آدمی تاویلوں پر تکیہ کرتے ہیں لیکن خدا کے نزدیک یہ تکیہ کوئی شے نہیں۔ جب میں نے چھ ماہ کے روزے رکھے تو ایک دفعہ ایک طائفہ انبیاء کا کشف میں ملا اور اُنہوں نے کہا کہ تُو نے کیوں اپنے نفس کو اتنی مشقّت میں ڈالا ہوا ہے تُو اس سے باہر نکل۔ اسی طرح جب انسان خدا کے واسطے اپنے آپ کو مشقّت میں ڈالتا ہے تو وہ خود ماں باپ کی طرح رحم کر کے اُسے کہتا ہے کہ تُو کیوں مشقّت میں پڑا ہے مگر جو تکلّف سے اپنے آپ کو مشقّت سے محروم رکھتے ہیں خدا ان کو دوسری مشقّت میں ڈال دیتا ہے اور نکالتا نہیں اور دوسرے جو خود مشقّت میں پڑتے ہیں ان کو وہ آپ نکالتا ہے۔ انسان کو واجب ہے کہ اپنے نفس پر آپ شفقت نہ کرے بلکہ ایسا بنے کہ خدا اس کے نفس پر شفقت کرے۔ انسان کی شفقت اس کے نفس پر اس کے لئے جہنّم ہے اور خدا کی شفقت جنّت۔ ابراہیم علیہ السلام کے قصہ پر غور کرو۔ جو آگ میں خود گرنا چاہتا ہے اُسے تو وہ خدا آگ سے بچاتا ہے اور جو خود آگ سے بچنا چاہتے ہیں وہ آگ میں ڈالے جاتے ہیں یہ اَسلَم ہے اور یہ اسلام ہے کہ جو کچھ خدا کی راہ میں آوے اس سے انکار نہ کرے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عظمت کے فکر میں خود لگتے تو وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ کی آیت نازل نہ ہوتی۔ حفاظتِ الٰہی کا یہی سِرّ ہے۔"

(الحکم ۱۰ دسمبر ۱۹۰۲ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عربی منظوم کلام

اِنَّ الْمُقَرَّبَ لَا اَبَا لَکَ یُکْرَمُ

(خدا تعالےٰ کا مقرب ضرور عزت دیا جاتا ہے۔)

فَاللّٰہُ اَرْسَلَنِیْ لِاُحْیِیَ دِیْنَہٗ ۔۔۔ حَقٌّ فَھَلْ مِنْ رَاشِدٍ یَسْتَسْلِمُ

سو خدا نے مجھے بھیجا تاکہ میں اس کے دین کو زندہ کروں ۔۔۔ یہ سچ ہے، پس کیا کوئی ہے جو اطاعت کرے۔

جُھْدُ الْمُخَالِفِ بَاطِلٌ فِیْ اَمْرِنَا ۔۔۔ سَیْفٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ لَا یَتَثَلَّمُ

مخالف کی کوشش ہمارے مقصد کے خلاف باطل ہے ۔۔۔ یہ خدا کی تلوار ہے جس میں رخنہ نہیں ہو سکتا۔

فِیْ وَجْھِنَا نُوْرُ الْمُھَیْمِنِ لَائِحٌ ۔۔۔ اِنْ کَانَ فِیْکُمْ نَاظِرٌ مُّتَوَسِّمُ

ہمارے مُنہ میں خدا تعالےٰ کا نُور ظاہر ہے ۔۔۔ اگر تم میں کوئی دیکھنے والا ہو!۔

اَلْیَوْمَ یُنْقَضُ کُلُّ خَیْطِ مَکَائِدٍ ۔۔۔ لَیْنٌ سَحِیْلٌ اَوْ شَدِیْدٌ مُّبْرَمٌ

آج مکر و فریب کا ہر دھاگہ توڑ دیا جائے گا ۔۔۔ وہ ایک ہی تار سے بٹا ہوا نرم ہو یا دو تاروں سے بٹا ہوا مضبوط ہو

مَنْ کَانَ صَوَّالًا فَیُقْطَعُ عِرْقُہٗ ۔۔۔ یُرْدِیْہِ عَالِیَۃُ الْقَنَا اَوْ لَھْذَمُ

جو شخص حملہ آور ہو پس اس کی رگ کاٹ دی جائے گی ۔۔۔ اور نیزہ کا اُوپر کا سرا یا نیچے کا سرا اس کو ہلاک کر دے گا۔

اَللّٰہُ اٰثَرَنَا وَکَفَّلَ اَمْرَنَا ۔۔۔ فَالْقَلْبُ عِنْدَ الْفِتَنِ لَا یَتَجَمْجَمُ

خدا نے ہمیں چُن لیا اور ہمارے کام کا متکفّل ہو گیا ۔۔۔ پس دل فتنوں کے وقت متردّد نہیں ہوتا۔

مَلِکٌ فَلَا یُخْزٰی عَزِیْزُ جَنَابِہٖ ۔۔۔ اِنَّ الْمُقَرَّبَ لَا اَبَا لَکَ یُکْرَمُ

وہ بادشاہ ہے اس کی جناب کا عزیز کبھی رُسوا نہیں ہوتا ۔۔۔ اور مقرّب ضرور عزّت پا لیتا ہے۔

(حجۃ اللہ)

NOORUDDIN LIBRARY
Accession No. 10272 Date 04/08/21

فارسی منظوم کلام سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

ذاتِ پاکت بس است یارِ یکے

(ہمارے لئے تیری پاک ذات ہی دوست کے طور پر کافی ہے)

ذاتِ پاکت بس است یارِ یکے
ہمارے لئے ایک ہی دوست یعنی تیری پاک ذات کافی ہے

دل یکے۔ جاں یکے۔ نگار یکے
دل بھی ایک ہے۔ جان بھی ایک ہے۔ محبوب بھی ایک

ہر کہ گیرد درت بصدق و حضور
جو صدق اور اخلاص سے تیری چوکھٹ پکڑتا ہے

از در و بامِ او ببارد نور
تو اُس کے در و بام سے نور برستا ہے۔

ہر کہ راہت گرفت کارش شد
جو تیری راہ پر گامزن ہوا اُس کا کام بن گیا۔

صد امیدے بروزگارش شد
اور اُس کی کامیابی کی سَو امیدیں بندھ گئیں

ہر کہ راہِ تو جست۔ یافتہ است
جس نے تیری راہ ڈھونڈی اُس نے پالیا۔

تافت آں رو کہ سر نتافتہ است
وہ چہرہ نورانی ہو گیا جس نے تجھ سے سرکشی نہ کی۔

وآنکہ از ظلّ قربتِ تو رمید
مگر جو تیرے قرب کے سایہ سے بھاگا

بر درِ ہر کہ رفت ذلّت دید
وہ جس کے دروازہ پر بھی گیا ذلّت دیکھی۔

اے خداوندِ من گناہم بخش
اے میرے خداوند! میرے گناہ بخش

سُوئے درگاہِ خویش راہم بخش
اور اپنی بارگاہ کی طرف مجھے رستہ دکھا۔

روشنی بخش در دل و جانم!
میری جان اور میرے دل میں روشنی دے

پاک کن از گناہِ پنہانم
اور مجھے میرے مخفی گناہوں سے پاک کر!

(دیباچہ براہین احمدیہ حصّہ اوّل)

رقم فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

روزہ کے فوائد

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے تفسیر کبیر میں روزہ کے بہت سے فوائد بیان فرمائے ہیں جو قارئین کی خدمت میں پیش ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو رمضان المبارک کی برکات سے زیادہ سے زیادہ حصہ عطا فرمائے۔ اللّٰھم آمین۔ (ادارہ)

"روزوں کی فضیلت اور اس کے فوائد پر لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ کے الفاظ میں روشنی ڈالی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ روزے تم پر اس لئے فرض کئے گئے ہیں لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ تاکہ تم بچ جاؤ۔ اس کے کئی معنی ہو سکتے ہیں مثلاً ایک معنی تو یہی ہیں کہ ہم نے تم پر اس لئے روزے فرض کئے ہیں تاکہ تم اُن قوموں کے اعتراضوں سے بچ جاؤ جو روزے رکھتی ہیں، جو بھوک اور پیاس کی تکلیف برداشت کرتی رہی ہیں، جو موسم کی شدت کو برداشت کرکے خدا تعالیٰ کو خوش کرتی رہی ہیں۔ اگر تم روزے نہیں رکھو گے تو وہ کہیں گی تمہارا دعویٰ ہے کہ ہم باقی قوموں سے روحانیت میں بڑھ کر ہیں لیکن وہ تقویٰ تم میں نہیں جو دوسری قوموں میں پایا جاتا تھا۔ غرض اگر اسلام میں روزے نہ ہوتے تو مسلمان دوسری قوموں کے سامنے ہدفِ ملامت بنے رہتے۔ عیسائی کہتے یہ بھی کوئی مذہب ہے اس میں روزے تو ہیں ہی نہیں جن سے قلوب کی صفائی ہوتی ہے، جن کے ساتھ روحانی ساکھ بیٹھتی ہے، جن کے ذریعہ انسان بدی سے بچتا ہے۔ یہودی کہتے کہ ہم نے سینکڑوں سال روزے رکھے لیکن مسلمانوں میں روزے نہیں۔ اسی طرح زرتشتی، ہندو اور دوسری سب قومیں کہتیں اسلام بھی کوئی مذہب ہے اس میں روزے نہیں۔ ہم روزے رکھتے ہیں اور اس طرح خدا تعالیٰ کو خوش کرتے ہیں۔ غرض ساری دنیا مسلمانوں کے مقابلہ میں آجاتی اور کہتی مسلمانوں میں روزے کیوں نہیں۔ پس فرمایا اے مسلمانو! ہم تم پر روزے فرض کرتے ہیں لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ تاکہ تم دشمن کے اعتراضات سے بچ جاؤ۔ اگر اسلام میں روزہ نہ ہوتا یا تم روزے نہ رکھتے تو غیر مذاہب والے تم پر جائز طور پر اعتراض کرتے اور تم اُن کی نگاہوں میں حقیر ہو جاتے۔

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ میں دوسرا اشارہ اس امر کی طرف کیا گیا ہے کہ اس ذریعہ سے خدا تعالیٰ روزہ دار کا محافظ ہو جاتا ہے کیونکہ اِتّقاء کے معنی ہیں ڈھال بنانا، وقایہ بنانا، نجات کا ذریعہ بنانا۔ پس اس آیت کے معنی یہ ہوئے کہ تم پر روزے رکھنے اس لئے فرض کئے گئے ہیں تاکہ تم خدا تعالیٰ کو اپنی ڈھال بنا لو اور ہر شر سے اور ہر خیر کے فقدان سے محفوظ رہو۔ ...... لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ کے یہ معنی ہوئے کہ تا تم دینی اور دنیوی شرور سے محفوظ رہو۔ دینی خیر و برکت تمہارے ہاتھ سے نہ جاتی رہے یا تمہاری صحت کو نقصان نہ پہنچ جائے کیونکہ بعض دفعہ

روزے کئی قسم کے امراض سے نجات دلانے کا بھی موجب ہوتے ہیں۔

آجکل کی تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ بڑھاپا یا ضعف آتے ہی اس وجہ سے ہیں کہ انسان کے جسم میں زائد مواد جمع ہوجاتے ہیں اور اُن سے بیماری یا موت پیدا ہوتی ہے۔ بعض نادان تو اس خیال میں اس حد تک ترقی کر گئے ہیں کہ کہتے ہیں جس دن ہم زائد مواد کو فنا کرنے میں کامیاب ہوگئے اُس دن موت بھی دنیا سے اُٹھ جائے گی۔ یہ خیال اگرچہ احمقانہ ہے تاہم اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تھکان اور کمزوری وغیرہ جسم میں زائد مواد جمع ہونے ہی سے پیدا ہوتی ہے اور روزہ اس کے لئے بہت مفید ہے۔ میں نے خود دیکھا ہے کہ صحت کی حالت میں جب روزے رکھے جائیں تو دورانِ رمضان میں بے شک کچھ کوفت محسوس ہوتی ہے مگر رمضان کے بعد جسم میں ایک نئی قوت اور تروتازگی کا احساس ہونے لگتا ہے۔ یہ فائدہ تو صحتِ جسمانی کے لحاظ سے ہے مگر روحانی لحاظ سے اس کا یہ فائدہ ہے کہ جو لوگ روزے رکھتے ہیں خدا تعالیٰ اُن کی حفاظت کا وعدہ کرتا ہے۔ اسی لئے روزوں کے ذکر کے بعد خدا تعالیٰ نے دعاؤں کی قبولیت کا ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ میں اپنے بندوں کے قریب ہوں اور اُن کی دعاؤں کو سنتا ہوں۔ پس روزے خدا تعالیٰ کے فضل کو جذب کرنے والی چیز ہیں جو اسے ہر قسم کے دکھوں اور شرور سے محفوظ رکھتے ہیں۔

پھر روزے کے ذریعہ دکھوں سے انسان اس طرح بھی بچتا ہے کہ (۱) جب وہ اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کیلئے تکلیف میں ڈالتا ہے تو خدا تعالیٰ اُس کے گناہوں کی سزا سے اُسے بچا لیتا ہے (۲) جب وہ فاقے سے رہ کر بھوک کی تکلیف محسوس کرتا ہے تو اپنے غریب بھائیوں کی خبر گیری کرتا ہے اور اُن کا ہلاکت سے بچنا خود اُسے بھی ہلاکت سے بچا لیتا ہے کیونکہ بعض افرادِ قوم کے بچنے سے آخر میں ساری قوم کو فائدہ پہنچتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے دنوں میں بہت کثرت سے صدقہ وخیرات کیا کرتے تھے۔ احادیث میں آتا ہے کہ رمضان کے دنوں میں آپ تیز چلنے والی آندھی کی طرح صدقہ کیا کرتے تھے۔ اور درحقیقت یہ قومی ترقی کا ایک بہت بڑا گُر ہے کہ انسان اپنی چیزوں سے دوسروں کو فائدہ پہنچائے۔ تمام قسم کی تباہیاں اُسی وقت آتی ہیں جب کسی قوم کے افراد میں یہ احساس پیدا ہوجائے کہ اُن کی چیزیں اُنہی کی ہیں دوسروں کا اُن میں کوئی حق نہیں اور اُن سے فائدہ اٹھانے کا حق اُنہی کو ہے جن کو وہ چیزیں دی گئی ہیں۔ دنیا کے نظام کی بنیاد اس اصل پر ہے کہ میری چیز دوسرا استعمال کرے اور رمضان اس کی عادت ڈالتا ہے۔ روٹیہ ہمارا ہے کھانے پینے کی چیزیں ہماری ہیں، مگر حکم یہ ہے کہ دوسروں کو ان سے فائدہ پہنچاؤ اور کھلاؤ۔ کیونکہ اس سے دنیا کے تمدّن کی بنیاد قائم ہوتی ہے۔

پھر روزوں کے ذریعہ انسان ہلاکت سے اس طرح بھی محفوظ رہتا ہے کہ روزے انسان کے اندر مشقت برداشت کرنے کا مادہ پیدا کرتے ہیں اور جو لوگ ہر قسم کی مشقت برداشت کرنے کے عادی ہوں وہ مشکلات کے آنے پر

ہمت نہیں ہارتے بلکہ دلیری سے ان کا مقابلہ کرتے اور کامیابی حاصل کرتے ہیں ...... روزے قوم میں قربانی کی عادت پیدا کرنے کا موجب بنتے ہیں۔ دین کی خدمت کے لئے بالعموم مومنوں کو گھروں سے نکلنا پڑتا ہے اور تبلیغی جہادوں میں کھانے پینے کی تکالیف کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔ غرباء کو تو ایسی تکالیف برداشت کرنے کی عادت ہوتی ہے مگر امراء کو اس کی عادت نہیں ہوتی۔ پس روزوں کے ذریعہ اُن کو بھی بھوک اور پیاس کی برداشت کی مشق کرائی جاتی ہے تاکہ جس دن خدا تعالیٰ کی طرف سے آواز آئے کہ اے مسلمانو! آؤ اور خدا تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرو تو وہ سب اکٹھے اُٹھ کھڑے ہوں اور خدا تعالیٰ کی راہ میں بغیر کسی قسم کا بوجھ محسوس کئے اپنے آپ کو پیش کر دیں۔

پس روزوں کا ایک بہت بڑا فائدہ ہے کہ اس کے ذریعہ انسان کو نیکی کے لئے مشقت برداشت کرنے کی عادت پیدا ہو جاتی ہے ...... انسانی آرام انہی چند باتوں میں مضمر ہے کہ وہ کھاتا ہے، وہ پیتا ہے، وہ سوتا ہے، اور وہ جنسی تعلقات قائم رکھتا ہے۔ کسی صوفی نے کہا ہے کہ تصوف کی جان کم بولنا، کم کھانا اور کم سونا ہے۔ اور رمضان اس تصوف کی ساری جان کا نچوڑ اپنے اندر رکھتا ہے۔ کم سونا آپ ہی اس میں آجاتا ہے کیونکہ رات کو تہجد کے لئے اُٹھنا پڑتا ہے۔ کم کھانا بھی ظاہر بات ہے کیونکہ سارا دن فاقہ کرنا پڑتا ہے اور جنسی تعلقات کی کمی بھی ظاہر ہے۔ پھر کم بولنا بھی رمضان میں آجاتا ہے اس لئے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا :-

"روزہ یہ نہیں کہ انسان اپنا منہ کھانے پینے سے بند رکھے بلکہ روزہ یہ ہے کہ تو لغو باتیں بھی نہ کرے"۔

پس روزہ دار کے لئے بیہودہ باتوں سے بچنا، لڑائی جھگڑے سے بچنا اور اسی طرح کی اور لغو باتوں سے پرہیز کرنا بھی ضروری ہوتا ہے۔ اسی طرح کم بولنا بھی رمضان میں آگیا۔ گویا کم کھانا، کم بولنا، کم سونا اور جنسی تعلقات کم کرنا یہ چاروں باتیں رمضان میں آگئیں اور یہ چاروں چیزیں نہایت ہی اہم ہیں اور انسانی زندگی کا ان سے گہرا تعلق ہے۔ پس جب ایک روزہ دار ان چاروں آرام و آسائش کے سامانوں میں کمی کرتا ہے تو اُس میں مشقت برداشت کرنے کی عادت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ زندگی کے ہر دور میں مشکلات کا مردانہ وار مقابلہ کرتا اور کامیابی حاصل کرتا ہے۔

پھر لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ میں ایک اَور فائدہ یہ بتایا کہ روزہ رکھنے والا برائیوں اور بدیوں سے بچ جاتا ہے اور یہ غرض اس طرح پوری ہوتی ہے کہ دنیا سے انقطاع کی وجہ سے انسان کی روحانی نظر تیز ہو جاتی ہے اور وہ ان عیوب کو دیکھ لیتا ہے جو اُسے پہلے نظر نہ آتے تھے۔ اسی طرح گناہوں سے انسان اس طرح بھی بچ جاتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے روزہ اس چیز کا نام نہیں کہ کوئی شخص اپنا منہ بند رکھے اور سارا دن کچھ نہ کھائے اور نہ پیئے۔ بلکہ روزہ یہ ہے کہ منہ کھانے پینے سے ہی نہ روکا جائے بلکہ اُسے ہر روحانی نقصان دہ اور ضرر رساں چیز سے بھی بچایا جائے۔ نہ جھوٹ بولا جائے، نہ گالیاں دی جائیں، نہ غیبت کی جائے، نہ جھگڑا کیا جائے۔ اب دیکھو زبان

پر قابو رکھنے کا حکم تو ہمیشہ کے لئے ہے لیکن روزہ دار خاص طور پر اپنی زبان پر قابو رکھتا ہے کیونکہ اگر وہ ایسا نہ کرے تو اُس کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اگر کوئی شخص ایک مہینہ تک اپنی زبان پر قابو رکھتا ہے تو یہ امر باقی گیارہ مہینوں میں بھی اُس کے لئے حفاظت کا ایک ذریعہ بن جاتا ہے اور اِس طرح روزہ اُسے ہمیشہ کے لئے گناہوں سے بچا لیتا ہے۔

پھر لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ میں روزہ کا ایک اور فائدہ یہ بتایا گیا ہے کہ اس کے نتیجہ میں تقویٰ پر ثباتِ قدم حاصل ہوتا ہے اور انسان کو روحانیت کے اعلیٰ مدارج حاصل ہوتے ہیں۔ چنانچہ روزوں کے نتیجہ میں صرف امراء ہی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل نہیں کرتے بلکہ غرباء بھی اپنے اندر ایک نیا روحانی انقلاب محسوس کرتے ہیں اور وہ بھی اللہ تعالیٰ کے وصال سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ غرباء بیچارے سارا سال تنگی سے گزارہ کرتے ہیں اور بعض دفعہ انہیں کئی کئی فاقے بھی آجاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے رمضان کے ذریعہ انہیں توجہ دلائی ہے کہ وہ اِن فاقوں سے بھی ثواب حاصل کر سکتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے لئے فاقوں کا اتنا بڑا ثواب ہے کہ حدیث میں آتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَلصَّوْمُ لِیْ وَ اَنَا اُجْزٰی بِہٖ یعنی ساری نیکیوں کے فوائد اور ثواب الگ الگ ہیں لیکن روزہ کی جزاء خود میری ذات ہے اور خدا تعالیٰ کے ملنے کے بعد انسان کو اور کیا چاہیئے۔ غرض روزوں کے ذریعہ غرباء کو یہ نکتہ بتایا گیا ہے کہ اِن تنگیوں میں بھی اگر وہ سینے اور ناشکرے نہ ہوں اور حرفِ شکایت زبان پر نہ لائیں جیسا کہ بعض نادان کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہمیں خدا تعالیٰ نے کیا دیا ہے کہ نمازیں پڑھیں اور روزے رکھیں تو یہی فاقے اُن کے لئے نیکیاں بن جائیں گی اور ان کا بدلہ خود خدا تعالیٰ ہو جائے گا۔ پس اللہ تعالیٰ نے روزوں کو غرباء کے لئے تسکین کا موجب بنایا . . . . اگر وہ اِس فقر و فاقہ کی زندگی کو خدا تعالیٰ کی رضاء کے مطابق گزاریں تو یہی انہیں خدا تعالیٰ سے ملا سکتی ہے . . . . . اس کے مقابلہ میں روزہ امیر لوگوں کے لئے تقویٰ کے حصول کا ذریعہ اس طرح ہوتا ہے کہ جب ایک انسان جس کے پاس کھانے پینے کے تمام سامان موجود ہوتے ہیں محض اللہ تعالیٰ کی رضاء کے لئے اپنے آپ کو فاقہ میں ڈالتا ہے اور خدا تعالیٰ کو خوش کرنے کے لئے کچھ نہیں کھاتا اور جو حلال چیزیں خدا تعالیٰ نے اُسے دی ہیں اُنہیں بھی استعمال نہیں کرتا اُس کے گھر میں گھی، گوشت، چاول وغیرہ کھانے کی تمام ضروریات موجود ہوتی ہیں مگر وہ خدا تعالیٰ کے لئے انہیں ترک کر دیتا ہے تو اُس کے دل میں خود بخود یہ جذبہ پیدا ہوتا ہے کہ جب مَیں نے حلال چیزوں کو بھی خدا تعالیٰ کی رضاء کے لئے چھوڑ دیا ہے تو مَیں اُن چیزوں کی کیوں خواہش کروں جنہیں خدا تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہوا ہے۔ اِس طرح اُس کے اندر ضبطِ نفس کی قوت پیدا ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اُس کے قدم کو نیکیوں کے میدان میں بڑھاتا چلا جاتا ہے۔“

(تفسیر کبیر سورۃ البقرہ صفحہ ۳۷۵-۳۷۸)

رمضان کی حقیقت

(مکرم پروفیسر بشارت الرحمن صاحب ایم اے)

ابتدائے آفرینش سے اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت اور اپنے ساتھ وصال ولقاء کی تڑپ فطرتِ انسانی میں ودیعت کی ہے اور جب تک انسان کی یہ تشنگی دور نہیں ہوتی اُسے اطمینانِ کامل نصیب نہیں ہو سکتا۔ فطرتِ انسانی کی اس کیفیت کا نقشہ تصویری زبان میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یوں پیش کیا ہے۔ فرماتا ہے :-

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰي ڔ شَهِدْنَا ڔ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ۝ اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَاۗؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝

(الاعراف ع ۲۲)

یعنی اُس وقت کو یاد کر جب تیرے رب نے بنی آدم کی پیٹھوں میں سے اُن کی اولادوں کو لیا اور اُن کو اپنی جانوں پر گواہ ٹھہرایا اور پوچھا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں؟ انہوں نے کہا ہاں ہاں ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں۔ ہم نے یہ اس لئے کیا تا ایسا نہ ہو کہ تم قیامت کے دن کہہ دو کہ ہم تو اس حقیقت سے بالکل ناواقف تھے۔ یا یہ کہہ دو کہ ہمارے زمانے سے پہلے صرف ہمارے باپ دادوں نے شرک کیا تھا اور ہم اُن کے بعد ایک کمزور نسل تھے۔ کیا تو ہم کو اُن لوگوں کے فعل کے بدلہ میں ہلاک کریگا جو جھوٹے تھے۔ اور ہم اسی طرح اپنی آیات واحکام وتعلیمات کو کھول کر بیان کرتے ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ لوگ اپنی غلطیوں سے لوٹ کر ہماری طرف رجوع کریں گے۔

مندرجہ بالا آیات میں اللہ تعالیٰ نے تصویری زبان میں ایک حقیقت کو بیان کیا ہے ورنہ یہ مراد ہرگز نہیں کہ دنیا کی ابتداء میں کسی وقت تمام ارواح کا اجتماع ہوا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اُن سے اس طرح سے سوال کیا تھا۔ اس تمثیلی واقعہ سے مراد یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک برتر محبوب ومعبود ہستی کی تلاش انسانی فطرت میں ودیعت کی ہے اور ہر نبی نے ابتدائے آفرینش سے اپنی اپنی استعداد وقوتِ قدسیہ کے مطابق اس انسانی پیاس کو بجھانے کی کوشش کی اور اس فطرتی جذبہ کو ترقی دے کر انسان کو اللہ تعالیٰ کے عشق کی مے سے سیراب کیا۔ اسی

انسانی سرشت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

تُونے خود رُوحوں پہ اپنے ہاتھ سے چھڑکا نمک

جس سے ہے شورِ محبت عاشقانِ زار کا

ہر نبی نے اپنے اپنے زمانے میں انسان کی وصلِ الٰہی کی پیاس کو بُجھایا۔ آخر ہمارے سیّد و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے اور آپؐ نے وصلِ الٰہی کی شراب سے انسان کی روحانی تشنگی کو کامل طور پر دُور کردیا۔ چنانچہ آپؐ کے ایک روحانی فرزند نے دنیا میں یہ اعلان کیا کہ ؎

رَأَيْنَا مِنْ جَلَالِ اللّٰهِ شَمْسًا

فَآمَنَّا وَصَدَّقْنَا يَقِيْنًا

شَرِبْنَا مِنْ عُيُوْنِ اللّٰهِ مَاءً

بِوَحْيٍ مُشْرِقٍ حَتّٰى رَوِيْنَا

(مسیح موعود علیہ السلام)

یعنی ہم نے اللہ کے جلال کا ایک سورج دیکھا اور ہم یقین کے ساتھ اس پر ایمان لے آئے اور اس کی تصدیق کی۔ ہم نے اس آفتابِ رسالت کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کے جاری کردہ چشموں سے پانی پیا یعنی اللہ تعالیٰ کی چمکتی ہوئی وحی ہم پر نازل ہوئی یہاں تک کہ ہم سیراب ہو گئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کامل طور پر اس لئے انسان کی روحانی پیاس کو بُجھایا کہ آپؐ نے قربِ الٰہی کے آخری درجات تک رسائی حاصل کی' اُن انتہائی درجات تک جن تک آپؐ سے پہلے کوئی نبی بھی نہیں پہنچ سکا تھا۔ آپؐ کی روح میں اللہ تعالیٰ کی محبّت کی انتہائی تپش پیدا ہوئی اور اس انتہائی عشقِ الٰہی کے نتیجہ میں آپؐ کے دل میں مخلوقِ خدا کی ہمدردی اور اُن پر شفقت کی تپش بھی انتہائی طور پر پیدا ہوئی جس کا نظارہ اس سے پہلے دنیا نے نہیں دیکھا تھا۔ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود باجود دو روحانی تپشوں کا جامع بن گیا' اللہ تعالیٰ کے عشق کی تپش اور مخلوقِ خدا سے ہمدردی و شفقت کی کامل تپش۔

رمضان کا لفظ رَمَضٌ کا تثنیہ ہے۔ رمض کے معنی حرارت' تپش اور گرمی کے ہیں اور رَمَضَان کے معنی دو دو حرارتیں اور دو گرمیاں۔ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود باجود ان دو تپشوں (رَمَضَان) کا جامع تھا اور آپؐ نے ان دونوں محبّتوں کا کامل اور اکمل جلوہ دکھایا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی اُمّت کے لئے ایک ماہ مقرر کردیا جس میں آپؐ کے اُمّتی علی حسبِ الاستعداد آپؐ کے نمونہ پر چلتے ہوئے ان دو تپشوں (رَمَضَان) کو اپنے دل میں پیدا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ نجم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ان دو محبّتوں کا اس طرح نقشہ کھینچا ہے۔ فرماتا ہے :-

ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی۔

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے انتہائی طور پر قریب ہوئے اور قربِ الٰہی کے لازمی نتیجہ کے طور پر پھر مخلوقِ خدا کی طرف انتہائی شفقت کے ساتھ جھکے اور آپ قوسِ الوہیت و قوسِ بشریت میں ایک درمیانی وتر کی طرح ہو گئے بلکہ آپ کا تعلق اس سے بھی قریب تر ہو گیا۔

رَمَضَان اور مندرجہ بالا آیت کریمہ کی دوسری تشریح کے لحاظ سے یہ دو محبتیں اس رنگ میں بھی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے کامل محبت کی اور اس سے قریب ہوئے۔ اس وفورِ محبت کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے اپنے عرش سے اُتر آیا اور وہ آپ کی طرف دَوڑا۔ یہاں تک کہ ان دو محبتوں کا اتصال کامل ہو گیا پس رَمَضَان سے یہ دو محبتیں بھی مراد ہیں یعنی بندے کی محبت اللہ تعالیٰ کے لئے اور پھر اللہ تعالیٰ کی محبت اپنے بندے کے لئے۔

اس لحاظ سے مندرجہ بالا آیت کریمہ کے یہ معنی ہوں گے کہ یہ بندہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہوا اور اس بندہ کو ملنے کے لیے اللہ تعالیٰ اپنے عرش سے اُتر آیا اور قوسِ الوہیت و قوسِ بشریت میں یہ ایک مشترکہ وتر کی طرح ہو گیا بلکہ اس کا اللہ تعالیٰ سے تعلق اس سے بھی قریب کا ہو گیا۔

اسی مضمون کو حدیث شریف میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ جب میرا بندہ میری طرف ایک ہاتھ آتا ہے تو میں اس کی طرف دو ہاتھ آتا ہوں۔ اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔ مندرجہ بالا آیت کریمہ کے الفاظ "اَوْ اَدْنٰی" کا مقام انسانی ادراک و سمجھ سے قطعی طور پر بالا ہے۔ حدیث میں اس کو اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یُشَارِکُنِیْ فِیْہِ نَبِیٌّ مُرْسَلٌ اَوْ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ۔

میرے لئے اللہ تعالیٰ کے قرب کے ایسے اوقات بھی آتے ہیں کہ ان میں کوئی نبی مرسل یا مقرب فرشتہ بھی میرا شریک نہیں ہو سکتا۔

قرآن کریم میں اس "اَوْ اَدْنٰی" کے مقام کو ان الفاظ سے بھی تعبیر کیا گیا ہے کہ :۔

فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے اس بندے کی طرف وحی کی جو اس نے کی یعنی اس ہم کلامی کے راز کو تم نہیں سمجھ سکتے۔ یہ راز و نیاز تمہارے ادراک سے بالا ہے۔

اسی مقام کو "لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی" کے الفاظ سے بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ اُس نے اس مقام میں جو اُس کا انتہائی معراج تھا اپنے رب کے انتہائی حسن و جمال کو دیکھا اور اس کے عظیم ترین نشانات مشاہدہ کئے۔ پھر اسی مقام کو عَلَّمَہٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی۔ ذُوْ مِرَّۃٍ فَاسْتَوٰی۔ وَھُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی۔

کے الفاظ سے بھی ظاہر کیا گیا ہے۔ یعنی یہ کلام بڑی ہی شدید قوتوں والے خدا نے اس پر نازل کیا ہے۔ وہ خدا جس کی قوتیں بار بار ظاہر ہونے والی ہیں اور جو اس وقت اپنی طاقتوں کے اظہار کے لئے اپنی عزت وجلال کی انتہائی بلندی پر جلوہ فگن ہے اور بالغ نظر والے کو آسمان روحانی کی بلند ترین کناروں پر اس کا جلوہ نظر آ رہا ہے۔

پھر اس مقام کو "عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى" کے لفظوں سے بھی ظاہر کیا ہے یعنی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پاکیزگی اور تقدس کے انتہائی مقام کو حاصل کر لیا۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ رمضان کو یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی مخلوق پر شفقت۔ ان دو تپشوں کو اور اسی طرح اللہ تعالیٰ سے بندہ کی محبت، اور پھر اللہ تعالیٰ کی بندہ پر شفقت۔ ان دو تپشوں کو بھی کامل طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وجود باجود میں جمع کیا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو روحانی طور پر اور پھر کامل طور پر رمضان حاصل ہوئیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہی دو محبتوں کو اور بھی اجاگر کرنے کے لئے آپ کے لئے اور آپ کی امت کے لئے سال میں ایک مہینہ مقرر کر دیا اور اس کا نام بھی رمضان تھا۔ چنانچہ رمضان کے لفظ میں یہی سر ہے کہ اس مہینہ میں بندہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی انتہائی تپش اپنے اندر پیدا کرتا ہے اور اسی طرح اس کی مخلوق پر شفقت کی تپش بھی اپنے دل میں اجاگر کرتا ہے۔ یہ نظارہ دیکھ کر اللہ تعالیٰ بھی اس کی طرف دوڑتا چلا آتا ہے ؎

الفت کا تب مزہ ہے کہ دونوں ہوں بے قرار
دونوں طرف ہو آگ برابر لگی ہوئی

چنانچہ اللہ تعالیٰ رمضان کے سلسلہ میں قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ:-

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ ط

یعنی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے اس لئے دو تپشوں یعنی رمضان کے مہینے کو مقرر کیا گیا ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ سے انتہائی محبت کی اور اس کے بندوں پر رحم کی درخواست کرتے ہوئے اس نے خدا تعالیٰ کی طرف حرکت کی جس کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے بھی اس کے لئے اور اس کی امت کے لئے انتہائی محبت کا اظہار کیا اور قرآن جیسی نعمت کا نزول اسی مہینہ میں ہی شروع ہوا۔

اس مہینے کو روزوں کا مہینہ مقرر کیا گیا کیونکہ روزہ کے ذریعہ سے بندہ اپنی حیثیت و استعداد کے مطابق اللہ تعالیٰ سے انتہائی مشابہت پیدا کر لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کھانے پینے اور ازدواجی تعلقات سے پاک ہے۔ اس مہینے میں بندہ بھی ایک حد تک اپنے آپ کو ان خواہشات سے بالا کر کے اپنے خدا سے مشابہت پیدا کر لیتا ہے اور اس مشابہت کے واسطے سے اس کے قریب ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

اَلصَّوْمُ لِیْ وَ اَنَا اُجْزٰی بِہٖ -

یعنی حقیقی روزہ یعنی کھانے پینے اور شہوانی تعلقات سے بالا ہونے کا مقام تو دراصل میرا مقام ہے اور جب بندہ میری لقاء کے لئے مجھ سے ایک حد تک یہ مشابہت پیدا کرتا ہے تو اُس کی جزاء میں خود ہوتا ہوں یعنی بندہ کو مَیں اپنی لقاء عطاء کر دیتا ہوں۔

اِسی طرح روزہ کے ذریعہ سے بنی نوع پر شفقت بھی انسان کے دل میں اُجاگر ہوتی ہے کیونکہ اُس وقت اُسے احساس ہوتا ہے کہ بھوک اور پیاس کی تکلیف یہ ہوتی ہے - تب اس کے دل میں خدا تعالیٰ کی مخلوق کی تکالیف کا صحیح احساس پیدا ہونے کی وجہ سے ان تکالیف کو رفع کرنے کا جوش بھی پیدا ہوتا ہے اور وہ انتہائی شفقت کے ساتھ ان پر متوجہ ہوتا ہے - چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مخلوقِ خدا پر بہت سخاوت کرتے تھے اور رمضان کے مہینے میں تو یہ سخاوت اپنی انتہاء کو پہنچ جاتی تھی اور آپ ایک تیز ہوا سے بھی زیادہ جوش اور تیزی کے ساتھ مخلوقِ خدا پر سخاوت کی بارش برساتے تھے - ایسی تیز ہوا جو کسی رُکاوٹ کو برداشت نہیں کرتی اور اُٹھا کر پرے پھینک دیتی ہے - اِسی مقصد کے حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول نے مومنوں کو رمضان کے مہینے میں زیادہ سے زیادہ صدقات کرنے کا حکم دیا - صدقۃ الفطر کو بھی اِسی لئے مقرر کیا گیا۔

پس رمضان کے مہینے کے مقرر کرنے اور اس میں روزہ رکھنے کے احکام کو نازل کرنے سے اللہ تعالےٰ کا مقصد یہی تھا کہ خاص طور پر اِس مہینہ کو ایک روحانی ڈرل کا مہینہ مقرر کیا جائے جس میں بندہ اللہ تعالیٰ کی طرف برق رفتاری سے رجوع کرے اور اس سے ایک گونہ مشابہت اُس کے ساتھ پیدا کرے اور پھر اس کے بندوں پر انتہائی طور پر شفقت کرے اور مہینے کے نام کے مطابق اِن دو رَمَضَان یعنی دو محبّتوں کو اپنے اندر پیدا کرے تا اس کے لئے رَمَضَان ایک دوسرے رنگ میں بھی ظاہر ہو کر وہ خدا کی طرف چلے تو اللہ تعالےٰ بمطابق حدیث نبوی اس کی طرف دَوڑ کر آئے اور اِس طرح بندہ کی طرف سے اور پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دو محبّتوں کا اتصال ہو جائے - چنانچہ جو شخص رَمَضَان کے مہینے میں اِن امور کے حصول کے لئے کامل تقویٰ شعاری اور خلوص نیّت کے ساتھ روزے رکھتا ہے جب اللہ تعالےٰ کو پکارتا ہے تو اللہ تعالیٰ بالکل قریب ہو کر اسے خود جواب دیتا ہے - شرط صرف یہ ہے کہ پکارنے والا بندہ اَلدَّاعِ بنے یعنی کامل شرائط کے ساتھ اللہ تعالےٰ کو پکارے - چنانچہ اِسی رَمَضَان اور اس میں روزوں کے احکام کے تسلسل میں اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے :-

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ - اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ

یعنی اے رسول جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق پوچھیں تو تو جواب دے کہ مَیں اُنکے

اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ○ (البقرۃ ع ۲۳)

بالکل ہی قریب ہوں۔ اور جب کوئی دعا کرنے والا میری بیان کردہ کامل شرائط کے ساتھ مجھے پکارتا ہے تو اس کی دعا کا خود جواب دیتا ہوں اور اُسے قبول کرتا ہوں۔ پس چاہیئے کہ مجھے پکارنے والے بھی میرے تمام احکام کو قبول کریں اور میری لقاء اور میرے ساتھ تعلق پیدا ہونے اور قبولیتِ دعا پر کامل یقین رکھیں تاکہ وہ ہدایت پائیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں رمضان کے مہینے کی حقیقت کو سمجھنے کی توفیق دے اور ایسے رنگ میں روزے رکھنے کی توفیق دے کہ روزہ کا حق ادا ہو جائے۔ ہم انتہائی شوق و ولولہ کے ساتھ اپنے خدا کی طرف پرواز کریں اور ہمارا خدا اس سے بھی بڑھ کر محبت، رأفت اور شفقت کے ساتھ ہم پر رجوع برحمت ہو۔ پھر ہمارے دل اس کی مخلوق پر شفقت و رأفت کے جذبات سے بھی لبریز ہو جائیں تا ہمارے ذریعہ سے اس دنیا میں ہی جنت کا سماں پیدا ہو جائے اور خدا کی بادشاہت جیسے آسمان پر ہے زمین پر بھی قائم ہو۔

وَاٰخِرُ كَلِمِنَا حَمْدٌ وَّ شُكْرٌ
لِرَبٍّ مُّحْسِنٍ ذِى الْاِمْتِنَانِ

ماہِ رمضان کی عظمت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ سے ماہِ رمضان کی عظمت معلوم ہوتی ہے صوفیوں نے اس مہینے کو تنویرِ قلب کے لئے عمدہ لکھا ہے۔ اس میں کثرت سے مکاشفات ہوتے ہیں۔ نماز تزکیۂ نفس کرتی ہے اور روزہ سے تجلّیٔ قلب ہوتی ہے۔ تزکیۂ نفس سے مراد یہ ہے کہ نفسِ امارہ کی شہوات سے بُعد حاصل ہو جائے۔ اور تجلّیٔ قلب سے مکاشفات ہوتے ہیں جن سے مومن خدا کو دیکھ لیتا ہے۔ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ میں یہی اشارہ ہے۔"

(الحکم ۱۰ر دسمبر ۱۹۰۲ئہ)

سادہ زندگی

(مکرم پروفیسر شیخ محبوب عالم صاحب خالد ایم۔اے قائد عمومی مجلس مرکزیہ)

(۱)

اسلام ایک سیدھا اور سادہ مذہب ہے جس میں تکلّف و تصنّع کے لئے کہیں گنجائش نہیں۔ تکلّف کی ضرورت محسوس ہوتی ہے جہاں کوئی چیز اندر سے کھوکھلی اور حقیقت سے عاری ہو۔ اسے اپنی اصلیت کو چھپانے کے لئے تکلّف کا لبادہ اوڑھنا پڑتا ہے۔ مگر اسلام ایک صداقت ہے جو تکلّفات و تصنّعات سے بے نیاز ہے۔

انبیاء اور مامورین کی زندگی سیدھی اور سادہ زندگی ہوتی ہے۔ ان کا ظاہر و باطن یکساں ہوتا ہے۔ جیسے ان کا دل صاف ہوتا ہے ویسے ہی اُن کا کردار بھی پاک ہوتا ہے۔ انہیں نہ تو اپنے کسی قول میں تکلّف کی ضرورت محسوس ہوتی ہے اور نہ کسی فعل میں۔ ان کے سامنے ایک عظیم مقصد ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی یاد اور اس کی عبادت۔ بشری مقتضیات سے قطع نظر جو چیز بھی ان میں حارج اور مزاحم ہو اُسے وہ یکسر نظر انداز کر دیتے ہیں۔ وہ کھاتے ہیں، پیتے ہیں، لوگوں سے ملتے ہیں، بشری مقتضیات کو پورا کرتے ہیں مگر سیدھے اور سادہ طریق پر بغیر کسی تکلّف و تصنّع کے۔ ظاہری تکلّفات بلندیٔ کردار کا ثبوت نہیں بلکہ کھوکھلے پن کا ثبوت ہوتے ہیں اسی لئے وہ اِن سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سیدھی اور سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ بادشاہت میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سادہ ہی رہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سادگی کا یہ عالم تھا کہ مجمع میں بعض اوقات لوگ حضورؑ کو پہچان نہ سکتے تھے۔ چنانچہ جب حضورؑ بعض خدام کے ہمراہ گورو نانک علیہ الرحمۃ کے چولہ کے ملاحظہ کے لئے گئے تو وہاں لوگ حضور علیہ السلام کی بجائے حضرت مولوی سید محمد احسن صاحبؓ سے مصافحہ کر کے بیٹھ جاتے اور یہی سمجھتے کہ حضورؑ سے مصافحہ کر رہے ہیں۔ بعض اور روایتوں میں مروی ہے کہ حضور علیہ السلام اپنے دوستوں کے ہمراہ بعض اوقات چارپائی پر پائنتی کی طرف تشریف رکھتے جبکہ دوسرے دوست سرہانے کی طرف بیٹھے ہوتے۔ ابتداء میں حضورؑ مہمانوں کے ساتھ کھانا مسجد مبارک میں تناول فرماتے چنانچہ حضورؑ اندرون خانہ سے خود کھانا اٹھا کر لاتے اور دوستوں کے آگے رکھتے۔ دوستوں کو جس چیز کی ضرورت ہوتی وہ بلا تکلّف کہہ دیتے اور حضورؑ بنفسِ نفیس اندر تشریف لیجا کر اُن کے لئے وہ چیز لے آتے۔ ایک بار جبکہ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ قادیان سے واپس جا رہے تھے تو حضور علیہ السلام نے اپنی دستار مبارک سے ایک ٹکڑا پھاڑ کر اس میں اُن کیلئے کھانا باندھ دیا۔ حضور علیہ السلام اپنے دوستوں کو الوداع کہنے کے لئے بعض اوقات کافی دُور تک اُن کے ہمراہ تشریف لے جاتے۔ غرض حضور علیہ السلام کسی بات میں بھی تکلّف نہ برتتے اور سیدھی اور سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"یاد رکھو بچوں جیسی سادگی جب تک نہیں اُس وقت تک انسان نیکیوں کا مذہب اختیار نہیں کرتا"
(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۲۰۳)

(۲)

اسلام میں خدا تعالیٰ نے ہمارے لئے ہر بات میں آسانی پیدا کر دی ہے تاکہ امیر اور غریب سب ہر بات میں برابر کے شریک ہو سکیں۔ نماز ہے تو اس کے لئے یہ شرط نہیں کہ فلاں قسم کا لباس اور فلاں قسم کی پگڑی یا ٹوپی پہن کر آؤ۔ ہاں اجلے کپڑے ہوں خواہ کیسے ہی سادہ اور معمولی کیوں نہ ہوں۔ روزہ رکھنے کے لئے یہ شرط نہیں کہ فلاں قسم کے کھانے سحری کے وقت کھاؤ یا فلاں چیز پر افطاری کرو حتیٰ کہ عید پر بھی یہ ضروری نہیں قرار دیا گیا کہ فلاں قسم کے کھانے کھاؤ یا فلاں قسم کا لباس پہنو۔ صاف ستھرے کپڑے زیب تن ہوں تو کافی ہے۔

مگر ہم ہیں کہ تکلفاً محض اس خیال سے کہ لوگ کیا کہیں گے بعض اوقات اپنے اوپر ایسی شرائط عائد کر لیتے ہیں جو ہماری حیثیت سے زیادہ اور بساط سے بڑھ کر ہوتی ہیں اور جن کی وجہ سے ہم خواہ مخواہ زیر بار ہو جاتے اور تکلیف اٹھاتے ہیں۔ حدیث شریف میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے مروی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاۃٍ ولیمہ کرو خواہ ایک بکری سے ہی ہو۔ ایک اور حدیث میں مروی ہے کہ اَوْلَمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی بَعْضِ نِسَاءِہٖ بِمُدَّیْنِ مِنْ شَعِیْرٍ حضورؐ نے اپنی ایک شادی کے موقعہ پر ایک مُد یعنی پانچ سیر کے قریب جَو سے اپنا ولیمہ کیا۔ مگر اب یہ سمجھا جاتا ہے کہ جب تک بڑے پیمانہ پر ولیمہ کا اہتمام نہ کیا جائے اُس وقت تک ولیمہ نہیں ہوتا۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

"رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بڑے سے بڑا ولیمہ بھی اتنا ہوا ہو گا جتنے ہمارے ہاں چھوٹے ہوتے ہیں۔ ولیمہ پر دس پندرہ دوستوں کو بلا لینا کافی ہوتا ہے یا جیسا کہ سنت ہے ایک بکرا ذبح کیا، شوربہ پکایا اور خاندان کے لوگوں میں بانٹ دیا۔" (خطبہ جمعہ ۲۳ نومبر ۱۹۲۷ء)

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں مہر کے متعلق کوئی قید نہ تھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اپنی حیثیت کے مطابق کچھ رقم مقرر کر لیتے تھے جو آسانی سے ادا ہو سکے۔ اسی وجہ سے وہ اکثر اوقات مہر شادی سے قبل ہی ادا کر دیتے تھے مگر اب حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کے الفاظ میں:۔

"مہر بھی حد سے زیادہ مقرر کئے جاتے ہیں۔ ہمارے گھروں میں عام طور پر ایک ہزار روپیہ مہر ہوتا ہے بعض زیادہ بھی ہیں۔ زیادہ اِن حالتوں میں ہیں جن میں عورتوں کو شرعی حصہ نہیں مل سکتا وہاں پر اتنا ہے کہ وہ کمی پوری ہو جائے۔ مگر یہاں میں نے دیکھا ہے کہ معمولی معمولی آدمی دس دس اور پانچ پانچ ہزار مہر مقرر کرتے ہیں حالانکہ ان کی جائدادیں اور آمدنیاں بہت ہی کم ہوتی ہیں۔ مہر بہر حال حیثیت کے مطابق ہوتا

بچا ہیئے۔" (خطبہ جمعہ ۲۳ نومبر ۱۹۳۷ء)

اور مہر کی حد بندی کرتے ہوئے حضور ایدہ اللہ فرماتے ہیں :۔

"میں نے مہر کی تعیین چھ ماہ سے ایک سال تک کی آمدنی کی ہے ..... ایک سال کی آمد جو گویا متواتر دس سال کی آمد کا دسواں حصہ ہوتی ہے بیوی کے مہر میں مقرر کر دینا مہر کی اغراض کو پورا کرنے کے لئے بہت کافی ہے بلکہ میرے نزدیک انتہائی حد ہے۔" (الفضل ۱۲ دسمبر ۱۹۴۰ء)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"امراء بہت سے فضول خرچ کرتے ہیں جس سے آخر انہیں بہت نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ اگر وہ اعتدال کے ساتھ اپنی زندگی بسر کریں تو کچھ حرج نہیں" (ملفوظات جلد دوم ص۴۰۳)

———— (۳) ————

اسی قسم کے تکلفات میں سے ایک فیشن پرستی ہے جو ایک لعنت ہے۔ لباس سے اصل مقصد تن ڈھانکنا ہے اور جس لباس سے یہ مقصد حاصل ہو جائے وہ انسان کے لئے کافی ہے۔ لباس میں خواہ مخواہ کے تکلفات قوم کی یکجہتی اور اتحاد کو شدید نقصان پہنچاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں :۔

"لباس میں سادگی نہایت ضروری ہے میں نے دیکھا ہے کہ لباس میں سادگی نہ ہونے کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ امیروں اور غریبوں میں ایک بیّن فرق ہے۔ امیر اپنے کپڑوں کو سنبھالے رہتے ہیں اور ہر وقت انہیں یہ خیال رہتا ہے کہ کہیں کپڑے پر داغ نہ لگ جائے، کہیں میلا نہ ہو جائے اور اس طرح وہ غرباء سے پرے پرے رہتے ہیں" (خطبہ جمعہ ۴ فروری ۱۹۳۸ء)

اور فیشن پرستی کے خلاف ناپسندیدگی کا اظہار فرماتے ہوئے حضور ایدہ اللہ اسی خطبہ میں فرماتے ہیں :۔

"شہری لوگ لباس میں بڑی غلطیاں کرتے ہیں اور اگر غلطی نہ ہو تو بھی ضرورت سے زیادہ لباس پر خرچ کرتے ہیں حالانکہ لباس کی غرض یہ ہے کہ عریانی نہ ہو اور زینت ہو لیکن عام طور پر لباس کے معنی زینت سے نکل کر فخر اور فیشن کی طرف چلے گئے ہیں۔ بہت سے لوگ دکھانے کے لئے کپڑے بناتے ہیں۔"

وہ لوگ جو فیشن کے مطابق عمدہ لباس کو باعث عزت سمجھتے ہیں غلطی خوردہ ہیں۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کو ہم نے ہمیشہ ایک ہی لباس میں دیکھا اور اپنے تو اپنے غیروں کو بھی ہمیشہ حضور کا احترام کرتے پایا۔ حضرت مولوی شیر علی صاحب رضی اللہ عنہ اور حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ عنہ ایسے پاکیزہ بزرگوں کو ہمیشہ سادہ اور یکساں لباس میں ملبوس دیکھا۔ اس سادگی کے باوجود جماعت ان نیک وجودوں کو ہمیشہ سر آنکھوں پر بٹھاتی تھی حضرت مولوی محمد الدین صاحب بی۔ اے ناظر تعلیم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پرانے صحابہ میں سے ایک بہت ہی

نیک سیرت بزرگ ہیں جن کی بلندیٔ کردار، حسنِ اخلاق، پاکیزگی، اخلاص اور بے پناہ جذبۂ خدمتِ دین کی وجہ سے چھوٹے بڑے سبھی عزت کرتے ہیں اور دل سے احترام کرتے ہیں گو آپ نہایت ہی سادہ لباس زیبِ تن کئے ہوتے ہیں۔ عزت نئے سے نئے فیشن کے کپڑے زیبِ تن کرنے سے نہیں بلکہ بلندیٔ کردار اور نیکی اور تقویٰ سے ملتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ خدا کی نظر میں اور اسی طرح اس کے نیک بندوں کی نگاہ میں وہی معزز قرار پاتا ہے جو سب سے زیادہ تقویٰ شعار ہو۔ پس ہمیں فیشن کی اندھا دھند تقلید کرنے کی بجائے سیرت اور کردار میں حسن پیدا کرنے کی طرف توجہ دینی چاہیئے۔

(۴)

اسی قسم کے تکلفات میں سے رسم و رواج کی پابندی بھی ہے جو انسان کے لئے زحمت کا باعث بن جاتی ہے۔ اس سے نجات حاصل کرنے کا طریق یہ ہے کہ انسان رسم و رواج کی اندھی تقلید کی بجائے ایسے معاملات میں انبیاء علیہم السلام کے اسوۂ حسنہ پر نظر کرے۔ اور یہ دیکھے کہ انہوں نے ان حالات میں کیا طریق اختیار کیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

”اللہ تعالیٰ نے تمام دنیا کو رسم و عادت سے نجات دینے اور سچا اخلاص اور ایمان حاصل کرنے کی یہ راہ بتائی ہے کہ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ۔ یہ بچی بات ہے اس کو کبھی بھولنا نہیں چاہیئے کہ جس نے نبی کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق ادا کر دیا۔ رسم اور عادت کی غلامی سے انسان اسی وقت نکل سکتا ہے جب وہ عرصہ دراز تک صادقوں کی صحبت اختیار کرے اور ان کے نقشِ قدم پر چلے۔“ (ملفوظات جلد سوم صفحہ ۳۰۷)

پس ہمیں رسم و رواج کی پابندی کی بجائے انبیاء علیہم السلام اور خدا تعالیٰ کے برگزیدہ انسانوں کی پیروی کرتے ہوئے ان کے نقشِ قدم پر چلنا چاہیئے اور انہی کی راہ کو اختیار کرنا چاہیئے اور ہر وقت دیکھنا چاہیئے کہ ایسے مواقع پر ان بزرگوں نے کیا طریق اختیار کیا تھا۔

رسوم و عادات کی پیروی حد درجہ مذموم ہے۔ بعض اوقات ایک نیک اور مستحسن امر بھی جب اسے محض رسم و رواج کے طور پر کیا جائے گناہ کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ محرم کے دنوں میں اماموں کی روح کو ثواب پہنچانے کے لئے کھانا کھلانا جائز ہے یا نہیں۔ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا:۔

”عام طور پر یہ بات ہے کہ طعام کا ثواب میت کو پہنچتا ہے لیکن اس کے ساتھ شرک کی رسومات نہیں چاہئیں۔ رافضیوں کی طرح رسومات کرنا ناجائز ہے۔“ (ملفوظات جلد دوم صفحہ ۳۹۳)

گویا رسم نے ایک جائز بات کو بھی ناجائز بنا دیا۔ اس لئے ہمیں رسم و رواج کے معاملات میں بھی ہمیشہ محتاط رہنا چاہیئے اور ہر بات میں یہ دیکھنا چاہیئے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اِس بارہ میں کیا طریقِ عمل ہے۔

اللہ تعالےٰ ہمیں اِن امور میں بھی انبیاء علیہم السلام اور بزرگانِ دین کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ تاہم اپنے اموال، اپنے اوقات، اور اپنی توجہات کو اِن تکلفات میں ضائع کرنے کی بجائے خدمتِ دین میں صرف کر سکیں۔ اللّٰھم آمین +

مطیع و عاصی میں فرق کرنے کے لئے میزان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"افسوس کی بات ہے کہ مسلمان خود شریعت کی توہین کرتے ہیں۔ چنانچہ دیکھو جنہوں نے ان دنوں روزے رکھے ہیں وہ کچھ دُبلے نہیں ہو گئے سو جنہوں نے استحقاق کے ساتھ اس مہینہ کو گزارہ ہے وہ کچھ موٹے نہیں ہو گئے۔ ان کا بھی وقت گزر گیا اور ان کا بھی زمانہ گزر گیا۔ جاڑہ کے روزے تھے، صرف غذا کے اوقات کی ایک تبدیلی تھی۔ سات آٹھ بجے نہ کھائی چار یا پانچ بجے کھا لی۔ باوجود اس قدر رعایت کے پھر بھی بہتوں نے شعائر اللہ کی عظمت نہیں کی اور خدا تعالےٰ کے اس واجب التکریم مہمان ماہ رمضان کو بڑی حقارت سے دیکھا۔ اِس قدر آسانی کے مہینوں میں رمضان کا آنا ایک قسم کا معیار تھا اور مطیع و عاصی میں فرق کرنے کے لئے یہ روزے میزان کا حکم رکھتے تھے۔"

(روئیداد جلسہ دعا صـ۱۵)

صحت کو برقرار رکھنے کا ایک بنیادی اصول

معمولاتِ زندگی میں اعتدال پسندی اور اس کی اہمیت!

(ایک فاضل ماہر طب ڈاکٹر کے قلم سے)

ہر انسان کا اس لحاظ سے بھی صحت مند ہونا از حد ضروری ہے کہ وہ کماحقہٗ عبادت کر سکے اور اس طرح اپنی پیدائش کی غرض کو باحسن وجوہ پورا کر سکے۔ جہاں کماحقہٗ عبادت کے لئے صحت ضروری ہے وہاں صحت کو برقرار رکھنے کے لئے عبادت گزاری کو بھی کچھ کم اہمیت حاصل نہیں ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ عبادت کرو تا لمبی عمر پاؤ۔

یہ بات کہ عبادت سے عمر لمبی ہوتی ہے طبی نقطۂ نگاہ سے بظاہر بے جوڑ معلوم ہوتی ہے لیکن اگر غور کیا جائے تو یہ ایک بہت بڑی صداقت پر مبنی ہے۔ ظاہر ہے جو شخص بھی پوری مداومت کے ساتھ عبادت بجا لانے کی نیّت اور عزم کرے گا وہ اپنی صحت کا پورا خیال رکھے گا اور علی الخصوص زندگی کے جملہ معمولات میں اعتدال پسندی سے کام لیگا۔ معمولاتِ زندگی میں اعتدال کو ملحوظ رکھنا صحت کو برقرار رکھنے کا ایک بنیادی اصول ہے۔ سب سے پہلے وہ خوراک کے معاملہ میں اعتدال سے کام لے گا کیونکہ اسے احساس ہو گا کہ بسیار خوری صحت کو برباد کر کے اُسے عبادت کے بہت سے قیمتی مواقع سے محروم کر دے گی اسی طرح وہ سوچے گا کہ اعتدال سے بڑھی ہوئی فاقہ کشی اُسے اتنا لاغر بنا دے گی کہ اس کے لئے عبادت کی کماحقہٗ بجا آوری ناممکن ہو جائے گی۔ یہی حال نیند کا ہے۔ ایک ایسا شخص جو تہجد کے لئے رات کو اُٹھنا چاہتا ہے وہ لازمی طور پر مناسب مقدار میں غذا کھانے کے بعد اوّلِ شب سونے کی فکر کرے گا تاکہ نیند پوری کر کے آخرِ شب بآسانی بیدار ہو سکے اور پورے اطمینان اور حضورِ قلب کے ساتھ نمازِ تہجد ادا کر سکے۔ ہمارے احباب نے گزشتہ ماہِ اگست میں اور ستمبر کے اوائل میں ہمارے واجب الاحترام صدر حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کی مبارک تحریکِ دعا میں شمولیت کے دَوران جملہ معمولات میں اعتدال پسندی کا عملاً خود تجربہ کیا ہو گا اور ان مبارک ایّام میں اس اعتدال پسندی کی بدولت اپنے اندر روحانی اور جسمانی دونوں اعتبار سے ایک پُرکیف تر و تازگی اور بشاشت محسوس کی ہو گی۔

جہاں تک خوراک میں اعتدال پسندی کا تعلق ہے اس ضمن میں ہمارے شہری دوستوں اور علی الخصوص بڑی بڑی شہری جماعتوں کے ذی ثروت احباب کو اس طرف خاص طور پر بہت توجہ دینی چاہیئے اور بہت زیادہ احتیاط سے کام

لینا چاہیئے۔ شہروں کی پُر آسائش زندگی میں جسمانی محنت و مشقت اور کھلی ہوا میں سیر و تفریح کے مواقع نہ ہونے کے برابر ہوتے ہیں اس لئے خاص کر شہری دوستوں اور ذی ثروت احباب کے لئے بسیار خوری سے اجتناب از بس ضروری ہے۔ دیگر شہروں کی جماعتوں کے بالمقابل کراچی کی جماعت کے دوست خاص طور پر اپنی خوراک کو حدِ اعتدال کے اندر رکھیں۔ گزشتہ چند سالوں میں خوراک کے متعلق جو جدید تحقیقات ہوئی ہے اُس کے نتیجہ میں پتہ چلا ہے کہ بسیار خوری کی وجہ سے خون میں چربی کا جزو دل اور دماغ کی رگوں میں کیمیائی مادہ کا اثر چھوڑ جاتا ہے جسے کولیسٹرول (CHOLESTROL) کہتے ہیں۔ اِس سے خون کی رگیں زخم خوردہ اور تنگ ہو جاتی ہیں۔ آگے چل کر رگوں کے تنگ ہو جانے کی وجہ سے دل پر مختلف عوارض حملہ کرتے ہیں یا پھر دل کی حرکت ہی بند ہو جاتی ہے۔ کم عمر کے لوگ بھی جو خوراک میں اعتدال سے کام نہیں لیتے اِس قسم کے قلبی امراض میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔ پھر خوراک میں زیادتی کا ایک اثر موٹاپے کی شکل میں بھی ظاہر ہوتا ہے جو صحت کی علامت نہیں ہوتا۔ فربہی جسم میں توانائی نہیں بلکہ کسل پیدا کرتا ہے۔ ایسے لوگ اکثر ذیابیطس کا شکار ہو جاتے ہیں اور بالعموم لمبی عمریں نہیں پاتے۔

گھی، مکھن، انڈے، اور دیگر مرغن غذائیں بہت کم مقدار میں استعمال کرنی چاہئیں۔ خاص طور پر شہری دوست جنہیں روزانہ کم از کم ایک گھنٹہ ورزش کھیل کود یا سیر گردش کے مواقع میسر نہیں اِس قسم کی غذاؤں کے بکثرت استعمال سے پرہیز کریں۔ اُن کے لئے بہت ضروری ہے کہ ایسی غذاؤں کا استعمال حدِ اعتدال سے ہرگز تجاوز نہ کرے۔

دیہاتی دوستوں کے لئے بھی خوراک میں اعتدال ضروری ہے لیکن اُن کے اعتدال کی نوعیت مختلف ہے۔ انہیں اعتدال کو اِس رنگ میں قائم کرنا چاہیئے کہ اُن کی خوراک متوازن ہو یعنی جسم انسانی کی نشو و نما کے لئے جن چیزوں کی ضرورت ہے اُن میں سے کسی چیز کی کمی نہ رہے۔ اُنہیں بالعموم زیادہ محنت و مشقت کرنی پڑتی ہے اس لئے انہیں بہت زیادہ متوازن غذا کی ضرورت ہوتی ہے۔ خوراک ایسی ہونی چاہیئے جس میں پروٹین اور حیاتین کا توازن برقرار رہے۔ آٹا، گوشت اور سبز ترکاریاں کھانے سے یہ مقصد پورا ہو سکتا ہے۔ اگر بعض سبز ترکاریاں کچی استعمال کی جائیں تو حیاتین کی کمی بڑی حد تک پوری ہو سکتی ہے۔ اِس سلسلہ میں دوست جماعتی طور پر مرکز میں وکالت زراعت کی طرف اور اپنے اپنے ضلع میں محکمہ زراعت کی طرف رجوع کر کے مفید مشورے حاصل کر سکتے ہیں۔ اور صحت کو برقرار رکھنے کی غرض سے انہیں ایسے مشورے ضرور حاصل کرنے چاہئیں۔

سبز ترکاریوں کے علاوہ گوشت کا ہونا بھی بہت ضروری ہے کیونکہ یہ بھی غذا کا ایک اہم جزو ہے۔ اِس ضمن میں گائے اور بکری کے گوشت کے علاوہ مچھلی سے بھی خاطر خواہ فائدہ اُٹھایا جا سکتا ہے کیونکہ وہی غذا جو جانوروں کے گوشت سے حاصل ہوتی ہے مچھلی سے بھی بطریقِ احسن حاصل ہو سکتی ہے۔ نہروں، دریاؤں اور جوہڑوں میں مچھلی بکثرت

ہوتی ہے لیکن ہمارے مغربی پاکستان کے لوگ اس سے خاطر خواہ فائدہ نہیں اٹھاتے۔ اُن کی اس طرف توجہ ہی نہیں اور اگر ہے بھی تو بہت کم۔ سندھ کے علاقے میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ آبپاشی کے نالوں میں بہت کثرت سے مچھلی ضائع ہوتی ہے۔ لوگ مچھلی استعمال نہیں کرتے۔ انہیں مچھلی پکانے اور کھانے کا طریق ہی معلوم نہیں۔ اب تو دنیا کے ممالک سمندر سے غذا حاصل کرنے کی طرف بڑی شدومد سے متوجہ ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کرۂ ارض کا نصف سے زیادہ حصہ سمندر ہے اور اُس میں انسان کے لئے بکثرت فوائد مضمر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآن مجید میں اس طرف خاص طور پر توجہ دلائی ہے جیسا کہ فرمایا وَهُوَ الَّذِي سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَأْكُلُوا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَتَسْتَخْرِجُوا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝ (النحل آیت ۱۵) یعنی اُس نے سمندر کو بھی تمہاری خدمت پر لگا رکھا ہے تاکہ تم اُس میں سے مچھلی کا تازہ گوشت کھاؤ اور اس میں سے زیور کا سامان بھی نکالو جسے تم لوگ پہننے کے کام میں لاتے ہو۔ اور اے مخاطب تو سمندر میں کشتیوں کو پانی پھاڑتے اور زور سے چلتے ہوئے دیکھتا ہے جو اس لئے چلتی ہیں کہ تم سمندری سفر طے کرو اور اُس کے بعض اور فضل بھی تلاش کرو اور تاکہ تم اُس کا شکر ادا کرو۔

کسی وقت ہم بطور جماعت اس طرف ضرور زیادہ متوجہ ہوں گے۔ انشاء اللہ العزیز۔

خوراک کے ضمن میں اعتدال پسندی کے نقطۂ نگاہ سے روزہ کی اہمیت بھی واضح ہے۔ اس میں فائدے ہی فائدے ہیں اور کوئی نقصان نہیں۔ رمضان کے روزے ایک ایسی دوا کا حکم رکھتے ہیں جو سارا سال اپنا اثر ظاہر کرتی رہتی ہے۔ بدقسمت ہوگا وہ مسلمان جو ایسی مفید اور دیر تک اثر دکھانے والی روحانی دوا سے مستفید نہ ہوتا ہو۔ اب تو موجودہ دور کے ڈاکٹر روزہ کے فوائد گنتے نہیں تھکتے۔

خوراک کی طرح سونا بھی اعتدال کا ہونا چاہیئے۔ مثل مشہور ہے کم خوردن وکم خفتن وکم گفتن۔ رات اور دن میں چھ گھنٹے کی نیند کافی ہے البتہ بچوں اور نوجوانوں کے لئے آٹھ گھنٹے آخری حد ہے۔ اس سے زیادہ سونا نہیں چاہیئے۔ رات کو جلدی سونا اور معمول کی نیند پوری کرنے کے بعد منہ اندھیرے جلدی اُٹھ جانا صحت کے نقطۂ نگاہ سے بہت ہی مفید ہے۔ خدام کو خاص طور پر علی الصبح اُٹھنے کی عادت ڈالنی چاہیئے۔ عمر کی زیادتی کے ساتھ نیند میں قدرتی طور پر از خود کمی واقع ہو جاتی ہے۔ جلدی اُٹھنا خاص طور پر ہماری جماعت کے ہر فرد کے لئے بہت باعث مسرت ہونا چاہیئے کیونکہ علاوہ جسمانی صحت کے اِس سے عبادت کے مواقع بھی میسر آتے ہیں۔ علی الصبح بیدار ہونے سے طبیعت میں چستی اور بشاشت پیدا ہوتی ہے اور انسان اپنے کاروبار اور تعلیم وغیرہ میں بروقت مصروف ہو جاتا ہے۔ اس بارہ میں بھی ہمارے شہری دوستوں کو زیادہ توجہ دینی چاہیئے۔ کیونکہ دیہات میں تو علی الصبح اُٹھنے کے سوا چارہ ہی نہیں۔

خوراک اور نیند وغیرہ میں اعتدال کے بعد جو چیز سب سے زیادہ اہم ہے وہ ہے دانتوں کی صفائی۔ اسلام میں اِس

چیز پر بہت زور دیا گیا ہے۔ وضو میں جو ہر روز پانچ مرتبہ کیا جاتا ہے دانتوں کی صفائی شامل ہے۔ اکثر احباب مسنون طریقے پر مسواک استعمال کرتے ہیں۔ مسواک کا طریق برش کے استعمال سے بدرجہا بہتر ہے۔ اگر برش سخت ہو تو بعض حالات میں وہ مسوڑھوں اور دانتوں کے لئے نقصان دہ ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر برش کو استعمال کرنے کے بعد اسی طرح چھوڑ دیا جائے یا اُسے صاف ستھرا رکھنے میں خاص احتیاط سے کام نہ لیا جائے تو اُس میں تعفن پیدا ہو جاتا ہے۔ پیلو کی خشک مسواک نرم ہوتی ہے اور بآسانی ہر نماز کے وقت استعمال ہو سکتی ہے۔ سبز شاخ کی مسواک اور بھی بہتر ہے خاص طور پر نیم یا کیکر کی مسواک زیادہ مفید رہتی ہے اور بہت پسند کی جاتی ہے۔ اگر پیلو، نیم یا کیکر کی مسواک دستیاب نہ ہو تو کسی بھی سبز اور نرم شاخ سے دانت صاف کئے جا سکتے ہیں۔ اور اگر کسی بھی قسم کی مسواک نہ ملے تو انگلی سے دانتوں پر نمک مل کر ہی دانت صاف کر لینے چاہئیں۔ بہرحال صحت کے نقطۂ نگاہ سے مسواک نہایت ہی ضروری اور ازحد درجہ مفید چیز ہے۔ اس کی طرف انصار کو خاص طور پر توجہ دینی چاہیئے اور سختی کے ساتھ ہر ایک کو اسے استعمال کرنے پر مجبور کرنا چاہیئے۔

مسواک نہ کرنے کے نقصان سے عام طور پر لوگ آگاہ نہیں ہوتے۔ جو غذا ہم کھاتے ہیں اُس کے ذرّات دانتوں کے ساتھ لگے رہ جاتے ہیں۔ رات کو سوتے وقت مُنہ بند رہنے سے یہ ذرّات گل سڑ جاتے ہیں اور ان میں تعفن پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کے اثر سے مسوڑھوں میں جراثیم پیدا ہو کر انہیں زخم خوردہ کر دیتے ہیں۔ ان جراثیم کی وجہ سے بالآخر پائیوریا کی شکایت ہو جاتی ہے جس سے تمام عمر چھٹکارا نہیں ہوتا۔ یہ پیپ معدے میں جا جا کر تمام جسم میں سرایت کرتی رہتی ہے۔ کھانا ہضم نہیں ہوتا اور مختلف قسم کے عوارض مثلاً جوڑوں کا درد اور کمر کی ہڈی کا کُبڑا پن وغیرہ لاحق ہو جاتے ہیں۔ مغربی ممالک کے لوگوں کے بالعموم دانت خراب ہوتے ہیں اور ہمارے ہاں مسوڑھوں میں بالعموم خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ لوگ باریک پسے ہوئے آٹے کی اشیاء از قسم کیک، پیسٹری اور چینی وغیرہ بکثرت استعمال کرتے ہیں اور ہم مُنہ کی صفائی اور کُلّی وغیرہ کرنے میں سُست ہیں۔ ہمیں بہرحال دانتوں اور مسوڑھوں کی صفائی کا بہت خیال رکھنا چاہیئے اور اس طرف خاص طور پر توجہ دینی چاہیئے۔ دانتوں اور مسوڑھوں کو صحت مند رکھنے کے لئے تو جوانی کے زمانہ سے ہی کم از کم صبح اور شام دو وقت مسواک اور گاہے گاہے کسی مستند ڈاکٹر سے معائنہ اور مشورہ ضروری ہے۔ ہر ڈسٹرکٹ ہسپتال میں ایک ماہر امراض دندان ہوتا ہے اور لاہور کا ڈینٹل ہسپتال تو ایک مثالی ہسپتال ہے۔ دانتوں کے علاج اور مشورہ کے لئے ان سے استفادہ کرنا چاہیئے۔ گلی کوچوں میں دکانوں پر جو دندان ساز ہوتے ہیں وہ معالج نہیں ہوتے صرف دانت لگانا جانتے ہیں۔ اگر معمولی کُلّی سے دانتوں میں سے خون آنے لگ جائے تو فوراً سمجھ لینا چاہیئے کہ معاملہ علاج طلب ہونے کے باعث کسی مستند ڈاکٹر سے مشورہ ضروری ہے۔ تاہم اگر شروع ہی سے دانتوں کی صفائی اور مسواک وغیرہ کا التزام

رکھا جائے تو کسی مرض میں مبتلا ہونے کی نوبت نہیں آتی۔ اس لئے شروع ہی سے دانتوں کی صفائی از بس ضروری ہے۔

اسی طرح آنکھوں کی خاطر خواہ حفاظت کی اہمیت بھی ظاہر و باہر ہے۔ آنکھوں کی صفائی بھی دن میں پانچ مرتبہ وضو کرنے سے خود بخود ہوتی رہتی ہے اور گرد و غبار دھل جاتا ہے۔ ہمارے ہاں گرد و غبار کی کثرت کے باعث ککرے کی شکایت عام ہے۔ شاید ہی کوئی شخص ایسا ہو جسے عمر بھر کبھی اس کی شکایت نہ ہوئی ہو۔ اگر بروقت علاج نہ کیا جائے تو اس کی وجہ سے آشوب چشم کا عارضہ لاحق ہو کر پڑبال وغیرہ امراض میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اور انجام کار بینائی زائل ہو جاتی ہے۔ بروقت علاج سے یہ خطرہ ٹل جاتا ہے۔ آنکھوں کی حفاظت کے ضمن میں یہ امر بہت ضروری ہے کہ کام کاج والے لوگ اندھیرے میں آنکھوں پر زور نہ ڈالیں۔ کم روشنی یا اندھیرے میں پڑھنے سے بینائی پر بہت بُرا اثر پڑتا ہے۔ اس بارہ میں خاص احتیاط کرنی چاہیئے۔ چالیس سال کے بعد آنکھوں کی پُتلیاں اپنی طاقت زائل کر بیٹھتی ہیں۔ لہٰذا انصار کے لئے اپنی عمر کے مطابق پڑھتے وقت مثبت شیشے کی عینک لگانا ضروری ہے۔

پھر ایک عبادت گزار شخص جسم کی صفائی کے علاوہ ماحول کی صفائی کا بھی بہت خیال رکھتا ہے۔ اسلام میں ماحول کو صاف رکھنے پر بہت زور دیا گیا ہے اسی لئے شعبۂ ایثار کی طرف سے مکھی اور مچھر کے انسداد کی بہت تلقین کی جاتی ہے۔ ہماری روزمرّہ کی زندگی میں نصف کے قریب بیماریاں مکھی اور مچھر کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں جن کا علاج بسا اوقات بہت ہی مشکل ہوتا ہے اور روپیہ بھی بہت خرچ کرنا پڑتا ہے لیکن مکھی اور مچھر کا انسداد بہت ہی آسان ہے۔ صفائی کا خیال رکھ کر ان کی افزائش کو بآسانی روکا جا سکتا ہے اور بیماریوں سے محفوظ رہ کر اخراجات کی زیر باری سے بھی بچا جا سکتا ہے۔

جلسہ سالانہ کے موقع پر ربوہ کی پاک بستی میں ساٹھ ستر ہزار احباب جمع ہوتے ہیں۔ ان ایام میں ہر ایک مہمان کو یہ واضح طور پر سمجھ لینا چاہیئے کہ اس کے کسی فعل سے فضا کے خراب ہونے سے کارکنوں کے لئے کوئی دشواری پیدا نہ ہو۔ احباب رفع حاجت کے لئے صرف مقررہ جگہوں ہی کو استعمال کریں۔ باہر محلّوں، دیواروں، باغیچوں، پہاڑیوں کے گرد و پیش یا دریا کے کنارے پر ہرگز اپنی ضروریات سے فارغ نہ ہوں۔

اسی طرح دیہات میں بھی کھلی جگہ کو استعمال نہ کریں۔ رفع حاجت کے لئے دیہات میں جگہیں مقرر کر کے گڑھے کھود لینے چاہئیں جو کھاد کا بھی کام دیں گے۔ اس طرح مکھی وغیرہ پیدا نہ ہونے سے بہت سی مہلک بیماریوں سے نجات مل جائے گی۔

پر یاد رکھنا چاہیئے کہ مکھیوں کی افزائش کی وجہ سے معدہ اور انتڑیوں کی خرابی، پیچش، تپ محرقہ اور ہیضہ جیسے مہلک امراض پھیلنے کا خطرہ ہوتا ہے جن سے ہر سال بہت سی قیمتی جانیں ضائع ہو جاتی ہیں۔ پس ماحول کو صاف رکھ کر مکھی اور مچھر کے انسداد سے ہرگز غفلت نہ برتنی چاہیئے۔

قارئین نے غور فرمایا ہوگا کہ صحت کے اِن اصولوں میں کوئی بھی نئی بات نہیں ہے سب آج سے چودہ سو سال پہلے کے پُرحکمت احکامات ہیں۔ آئندہ بھی یہ سب اصول من وعن قائم رہیں گے۔ حصولِ ثواب کی نیّت اور افادۂ عام کی غرض سے احباب کو یاددہانی کرائی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو اور ہمیں صحت کے اِن اصولوں پر کماحقّہٗ کاربند ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین +

حضرت آدم علیہ السّلام کی دُعا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"بعض آدمی ایسے ہیں کہ اُن کو گناہ کی خبر ہوتی ہے اور بعض ایسے کہ اُن کو گناہ کی خبر بھی نہیں ہوتی۔ اِسی لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے استغفار کا التزام کرایا ہے کہ انسان ہر ایک گناہ کے لئے، خواہ وہ ظاہر کا ہو خواہ باطن کا، اُسے علم ہو یا نہ ہو، ہاتھ اور پاؤں اور زبان اور ناک اور کان اور آنکھ سب قسم کے گناہوں سے استغفار کرتا رہے۔ آجکل آدم علیہ السلام کی دعا پڑھنی چاہیئے رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔ یہ دُعا اوّل ہی قبول ہو چکی ہے۔ غفلت سے زندگی مت بسر کرو۔ جو شخص غفلت سے زندگی نہیں گزارتا ہرگز امید نہیں کہ وہ کسی فوق الطاقت بلا میں مبتلا ہو۔"

(البدر ۲۶ر دسمبر ۱۹۰۲ء)

مردِ وفا سرشت اور پیکرِ محبت و عشق

حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(مکرم شیخ محمد احمد صاحب پانی پتی مرحوم)

ذیل کا مضمون اُن قابل قدر مضامین میں سے ایک ہے جو اُردو ادب کے نہایت لائق مؤلف و مترجم مکرم شیخ محمد احمد صاحب پانی پتی مرحوم نے "غلامانِ محمدؐ" کے تذکرۂ جمیل کے سلسلہ میں اپنی زندگی کے آخری ایام میں لکھے تھے۔ اس مضمون میں انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار صحابی حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظیم الشان خدمات اور آپ کے ایمان افروز حالات پر بہت سادہ اور سلیس زبان میں روشنی ڈالی ہے۔ (ادارہ)

عامر نام، ابوعمرو کنیت۔ والد کا نام فہیرہ تھا۔ طفیل بن عبداللہ کے غلام تھے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اخیافی بھائی اور اُمّ رومان رضی اللہ عنہا کے بیٹے تھے اور قبیلہ ازد سے تعلق رکھتے تھے۔

ہرچند کہ رنگت سیاہ تھی اور غلام ہونے کے باعث اہلِ دنیا کی نگاہ میں کسی عزت و توقیر کے مالک نہ تھے لیکن آپ کے سینہ میں ایک ایسا دل تھا جو حق قبول کرنے کے لئے بیتاب اور آمادہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جونہی آپ نے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی خبر سُنی اور کلامِ ربانی آپ کے کانوں میں پہنچا آپ ایمان لے آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُس وقت تک حضرت ارقم رضی اللہ عنہ بن ابی الارقم کے مکان میں پناہ گزین نہ ہوئے تھے۔

اسلام قبول کرنے پر دوسرے کمزور لوگوں اور غلاموں کی طرح حضرت عامر رضی اللہ عنہ کو بھی شدید اذیتیں دی گئیں۔ بدن کو لوہے کی سلاخوں سے داغ دیا گیا۔ تپتی ہوئی ریت پر لوہے کی زرہیں پہنا پہنا کر لٹایا گیا۔ بدن پر بھاری بھاری پتھر رکھے گئے۔ غرضیکہ جو اذیتیں دی جا سکتی تھیں کفار نے آپ کو دیں۔ مگر آپ نے بڑی پامردی، استقلال اور جوانمردی کے ساتھ ان سب کا مقابلہ کیا اور اسلام کا دامن مضبوطی سے پکڑے رکھا۔ حضرت ابوبکر صدیق

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دل بے حد نرم تھا اور اُن سے غلاموں کی مصیبتیں نہ دیکھی جاتی تھیں۔ جب انہوں نے حضرت عامرؓ کی یہ حالت دیکھی تو اُنہیں بہت افسوس ہُوا۔ انہوں نے بہت سے دیگر غلاموں کی طرح انہیں بھی خرید کر آزاد کر دیا۔

جب آپ آزاد ہو گئے تو شکم پروری کے لئے کام کی ضرورت تھی۔ کفار کے ماتحت کام کرنا آپ کو پسند نہ تھا اور نہ ہی کفار آپ سے کوئی کام لینا چاہتے تھے اِس لئے آپ حضرت ابو بکرؓ ہی کی خدمت میں رہے اور اُن کی بکریاں چَرانے کی خدمت اپنے ذمّہ لے لی۔

ہجرت کے موقع پر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدّیق غارِ ثور میں پناہ گزیں ہوئے تو حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عامرؓ کو یہ خدمت سپرد کی کہ وہ شام کے وقت بکریاں لے کر غارِ ثور پر آجایا کریں۔ چنانچہ جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ غارِ ثور میں مقیم رہے آپ کا یہ دستور رہا کہ تمام دن مکّہ کے چرواہوں کے ساتھ مل کر بکریاں چراتے اور شام کے وقت انہیں غار کے پاس لے آتے۔ یہاں اُن کا دودھ دوہ کر استعمال کیا جاتا۔ صبح کے وقت حضرت عبد اللہ بن ابی بکرؓ (جو بالعموم رات کے وقت حاضر ہو کر مکّہ کی سرگزشت سنایا کرتے تھے) واپس جاتے تو آپ بکریوں کو اُن کے نشانِ قدم پر سے چلتے تاکہ سب نشان مٹ جائیں اور نہ مشرکین کو کسی قسم کا شبہ نہ ہو۔

جب تین دن کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غار سے نکل کر مدینہ منوّرہ کی طرف روانہ ہوئے تو حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عامرؓ کو اپنے پیچھے اونٹ پر بٹھا لیا اور آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی مدینہ پہنچ گئے۔ مدینہ پہنچ کر آپ حضرت سعدؓ بن خیثمہ کے مہمان ہوئے۔ بعد ازاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حارثؓ بن اوس سے آپ کی مواخاۃ کرا دی۔

مہاجرین کو ابتداء میں مدینہ کی آب وہوا موافق نہ آئی اور وہ ملیریا بخار میں مبتلا ہو گئے۔ حضرت عامرؓ بن فہیرہؓ کو بھی بخار نے آلیا اور وہ اتنے سخت بیمار ہوئے کہ زندگی سے مایوس ہو گئے۔ اُن کے ساتھ حضرت بلالؓ اور حضرت ابو بکرؓ بھی بیمار ہو گئے۔ حضرت عائشہ صدّیقہؓ بیان فرماتی ہیں کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اُن کی بیمار پُرسی کرنے کی اجازت مانگی۔ پردہ کا حکم اُس وقت تک نازل نہ ہُوا تھا۔ حضورؐ نے مجھے اجازت دے دی۔ چنانچہ مَیں اِن بیماروں کی عیادت کے لئے گئی جو اتفاق سے ایک ہی گھر میں رہتے تھے۔ سب سے پہلے مَیں اپنے والد حضرت ابو بکرؓ کے پاس پہنچی اور کہا "ابّا جان آپ کا کیا حال ہے؟" اُس وقت آپ کو سخت بخار چڑھا ہُوا تھا۔ میرے پوچھنے پر آپ نے یہ شعر پڑھا ؎

كُلُّ امرِئٍ مُصَبَّحٌ فِی اَهلِهٖ   وَالمَوتُ اَدنٰی مِن شِرَاكِ نَعلِهٖ

(یعنی ہر آدمی اپنے اہل وعیال کے درمیان صبح کرنے والا ہے اور موت اُس کے جُوتے کے تسمے سے

بھی زیادہ قریب ہے۔

مَیں نے اپنے دل میں کہا بخار کی شدّت میں والد کو کچھ پتہ نہیں کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں۔ اس کے بعد عامرؓ بن فہیرہ کے پاس گئی اُن کی مزاج پُرسی کی وہ کہنے لگے:۔

لقد وجدت الموت قبل ذوقہ　　　ان الجبان حتفہ من فوقہ

کل امرئ مجاھد بطوقہ　　　کالثور یحمی انفہ بروقہ

مَیں نے موت کا مزا چکھنے سے پہلے ہی اسے پالیا ہے۔ بزدل کی موت اُوپر سے آتی ہے ہر ایک آدمی اپنی طاقت کے موافق جدوجہد کرتا ہے۔ جس طرح بَیل اپنے سینگوں کے ذریعہ اپنی حفاظت کرتا ہے۔

مَیں نے کہا "عامرؓ بھی اپنے ہوش میں نہیں ہیں"—— بلالؓ کو جس وقت زور کا بخار چڑھتا تو وہ یہ اشعار پڑھتے ؎

الا لیت شعری ھل ابیتن لیلۃ　　　بوادٍ وحولی اذخر وجلیل

وھل اردن یوماً میاہ مجنۃ　　　وھل یبدون لی شامۃ وطفیل

کاش مجھے معلوم ہوتا کہ کوئی وقت ایسا بھی آئے گا جب مَیں وادیٔ مکہ میں رات گزاروں گا اور میرے اردگرد اذخر اور جلیل کی خوشبودار گھاس ہوگی۔ اور کاش کوئی دن ایسا بھی میسّر ہوگا جب مَیں مجنّہ کے چشمے سے پانی پیوں گا اور شامہ اور طفیل کی پہاڑیاں میری نظروں کے سامنے ہوں گی۔

حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ مَیں نے واپس آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب حال بیان کیا اور کہا کہ بخار کی وجہ سے کسی کو اپنا ہوش نہیں ہے اور سب بیہوشی میں باتیں کر رہے ہیں۔ یہ سُن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"اے اللہ! ہمارے دلوں میں مکہ کی طرح مدینہ کی محبت بھی ڈال دے بلکہ اس سے زیادہ مدینہ کی آب وہوا کو درست کر دے۔ اِس کے مُدّ اور صاع میں برکت ڈال دے اور اِس میں پیدا ہونے والے بخار کو جُحفہ میں منتقل کر دے۔"

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول ہوئی۔ مدینہ کی آب وہوا بیماریوں سے پاک ہوگئی اور حضرت عامرؓ بن فہیرہ اور دیگر مہاجرین تندرست ہوگئے۔

حضرت عامرؓ بن فہیرہ غزوۂ بدر اور اُحد میں شریک تھے۔ اِن دونوں جنگوں میں انھوں نے اپنی

شجاعت اور مردانگی کے خوب جوہر دکھائے۔

آپ صفر ۴ھ میں بئر معونہ کے حادثہ میں شہید ہوئے۔ اُس وقت آپ کی عمر چالیس برس کی تھی۔ اس حادثہ کی تفصیل یہ ہے کہ صفر ۴ھ میں ایک شخص ابو براء عامری جو وسط عرب کے قبیلہ بنو عامر کا ایک رئیس تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑی نرمی اور شفقت کے ساتھ اسے اسلام کی تبلیغ فرمائی اور اس نے بھی بظاہر شوق اور توجہ کے ساتھ آپ کی تقریر کو سُنا مگر مسلمان نہیں ہوا البتہ اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عرض کیا کہ آپ میرے ساتھ چند اصحاب کو نجد کی طرف روانہ فرمائیں جو وہاں جا کر اہل نجد میں اسلام کی تبلیغ کریں اور مجھے امید ہے کہ نجدی لوگ آپ کی دعوت کو رد نہیں کریں گے۔ حضور نے فرمایا مجھے تو اہل نجد پر اعتماد نہیں ہے۔ ابو براء نے کہا "آپ ہرگز فکر نہ کریں میں اُن کی حفاظت کا ضامن ہوتا ہوں"۔ چونکہ ابو براء ایک قبیلہ کا رئیس اور صاحب اثر آدمی تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کے اطمینان دلانے پر یقین کر لیا اور منذرؓ بن عمرو انصاری کی امارت میں ستر صحابہ کی ایک جماعت نجد کی جانب روانہ فرما دی۔ اس جماعت میں حضرت عامرؓ بن فہیرہ، حارثؓ بن عمرہ اور حرامؓ بن ملحان بھی تھے۔ یہ لوگ سارے کے سارے قاری یعنی قرآن خواں تھے جو دن کے وقت جنگل کی لکڑیاں جمع کر کے اُن کی قیمت، پر اپنا پیٹ پالتے اور رات کا اکثر حصہ عبادت میں گزارا کرتے تھے۔

جب یہ لوگ اُس مقام پر پہنچے جو ایک کنوئیں کی وجہ سے "بئر معونہ" کے نام سے مشہور تھا تو اُن میں سے ایک شخص حرامؓ بن ملحان جو حضرت انسؓ بن مالک کے ماموں تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دعوت اسلام کا پیغام لے کر قبیلہ عامر کے رئیس اور ابو براء عامری کے بھتیجے عامر بن طفیل کے پاس آگے گئے اور باقی صحابہؓ پیچھے رہے۔ جب حرامؓ بن ملحان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایلچی کے طور پر عامر بن طفیل اور اس کے ساتھیوں کے پاس پہنچے تو انہوں نے شروع میں تو منافقانہ طور پر ان کی آؤ بھگت کی لیکن جب وہ مطمئن ہو کر بیٹھ گئے اور اسلام کی تبلیغ کرنے لگے تو اُن میں سے بعض شریروں نے کسی آدمی کو اشارہ کر کے اس بے گناہ ایلچی کو پیچھے کی طرف سے نیزہ کا وار کر کے وہیں شہید کر دیا۔ عامر بن طفیل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایلچی کے قتل پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کے بعد اُس نے اپنے قبیلہ بنو عامر کے لوگوں کو اُکسایا کہ وہ مسلمانوں کی بقیہ جماعت پر حملہ آور ہو جائیں مگر انہوں نے اس بات سے انکار کیا اور کہا کہ ہم ابو براء کی ذمہ داری کے ہوتے ہوئے مسلمانوں پر حملہ نہیں کریں گے۔ اس پر عامر نے قبیلہ سلیم میں سے بنو رعل اور ذکوان اور عصیہ وغیرہ کو اپنے ساتھ لیا اور یہ سب لوگ مسلمانوں کی اس قلیل اور بے بس جماعت پر حملہ آور ہو گئے۔ مسلمانوں نے جب ان وحشی درندوں کو اپنی طرف آتے دیکھا تو اُن سے کہا کہ ہمیں تم سے کوئی تعرض نہیں ہے ہم تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک کام کے لئے آئے ہیں۔ تم سے لڑنے کے لئے نہیں آئے۔ مگر

انہوں نے ایک ایک کو اور سب کو مع حضرت عامرؓ بن فہیرہ کے شہید کر دیا۔ صرف دو صحابی بچے ایک کعبؓ بن زید جنہیں کافر مردہ سمجھ کر چھوڑ گئے تھے مگر در اصل ان میں جان باقی تھی اور ایک عمروؓ بن امیہ ضمری جو اس وقت اونٹوں وغیرہ کو چرانے کے لئے اپنی جماعت سے الگ ہو کر ادھر اُدھر گئے ہوئے تھے۔ واپسی پر کفار نے انہیں زندہ گرفتار کر لیا اور بعد میں عامر بن طفیل نے ایک نذر پوری کرنے کے لئے انہیں چھوڑ دیا۔

حضرت عامرؓ بن فہیرہ کو ایک شخص جبار بن سلمیٰ نے شہید کیا تھا۔ جبار بعد میں مسلمان ہو گیا۔ وہ اپنے مسلمان ہونے کی وجہ یہ بیان کیا کرتا تھا کہ میں نے جب عامرؓ بن فہیرہ کو شہید کیا تو اُن کے مُنہ سے بے اختیار نکلا "فُزْتُ وَاللّٰہِ" یعنی خدا کی قسم میں تو اپنی مراد کو پہنچ گیا۔ جبار کہتا ہے کہ میں یہ الفاظ سُن کر سخت متعجب ہُوا کہ میں نے تو اس شخص کو قتل کیا ہے اور یہ کہہ رہا ہے کہ میں اپنی مراد کو پہنچ گیا ہوں، یہ کیا بات ہے؟ چنانچہ میں نے بعد میں لوگوں سے اس کی وجہ پوچھی تو مجھے معلوم ہُوا کہ مسلمان لوگ خدا کے راستہ میں جان دینے کو سب سے بڑی کامیابی خیال کرتے ہیں۔ اس بات کا میری طبیعت پر ایسا اثر ہُوا کہ آخر اسی اثر کے ماتحت میں مسلمان ہو گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بئرِ معونہ کے واقعہ کا بے حد صدمہ ہُوا اور برابر تیس دن تک آپ ہر روز صبح کی نماز میں نہایت گریہ وزاری کے ساتھ قبائل رعل اور ذکوان اور عصیہ اور بنو لحیان کا نام لے لے کر خدا تعالیٰ کے حضور بد دعا کرتے رہے یہاں تک کہ آیت لیس لک من الامر شیئ (آپ کو اس معاملہ میں کوئی دخل نہیں ہے) نازل ہوئی +

رات اور دن تضرّع میں لگے رہو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"کوشش کرو کہ جب اس سلسلہ میں داخل ہوئے ہو تو نیک بنو، متقی بنو، ہر ایک بدی سے بچو۔ یہ وقت دعاؤں سے گزارو۔ رات اور دن تضرّع میں لگے رہو۔"

(البدر ۲۶ر دسمبر ۱۹۰۲ء)

ایک فاضل اجل، عالم باعمل اور مستجاب الدعوات بزرگ کا

المناک وصال

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

یہ حادثہ بہت ہی درد انگیز اور المناک ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدیمی اور مخلص صحابی فاضل اجلّ، عالم باعمل، علم و عرفان کے بحر بیکراں، مسیح پاکؑ کی قوتِ قدسیہ کے تابندہ نشان، صاحبِ رؤیا و کشوف، توکّل و استغناء اور عجز و انکسار میں ہمہ صفت موصوف حضرت علاّمہ مولانا غلام رسول صاحب راجیکی ۱۵ر دسمبر ۱۹۶۳ء کو ۸۵ سال کی عمر میں عالمِ فانی سے عالمِ جاودانی کی طرف رحلت فرما گئے۔ اِنّا للّٰہ و اِنّا الیہ راجعون۔

حضرت مولانا صاحب موصوفؓ اپنے علم و ہدیٰ، زہد و اتقاء، تعلق باللہ اور استجابتِ دعا کے لحاظ سے صداقتِ احمدیت کا ایک درخشندہ ثبوت تھے۔ آپ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مسیحائی کے نتیجہ میں ایک نئی زندگی سے ہمکنار ہونے کے بعد مسلسل نصف صدی سے زائد عرصہ تک اپنے وجود سے ایک دنیا کو یہ باور کراتے رہے کہ احمدیت جو حقیقی اسلام ہی کا دوسرا نام ہے انسانوں کو باخدا انسان ہی نہیں بلکہ خدا نما انسان بنانے آئی ہے۔

حضور علیہ السلام سے براہِ راست اکتسابِ فیض کے بعد آپ کو علم و معرفت میں وہ کمال حاصل ہوا جس کی بشارت حضورؑ نے اللہ تعالیٰ سے خبر پاکر ان الفاظ میں دی تھی:۔

> "میرے فرقہ کے لوگ اِس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کے رُو سے سب کا مُنہ بند کر دیں گے۔"
>
> (تجلیاتِ الٰہیہ)

اس میں کیا شک ہے کہ حضرت مولانا راجیکی صاحب مرحومؓ غلامانِ مسیح موعودؑ کے اسی مقدس زمرہ کے ایک درخشندہ گوہر تھے۔ آپ نے متحدہ ہندوستان کے کونے کونے میں پہنچ کر ہزاروں لیکچر دینے کے علاوہ صدہا کامیاب مناظرے کئے اور آریوں، سناتن دھرمیوں، عیسائیوں، دہریوں اور حق کے دیگر مخالفوں

(بقیہ صفحہ ۴۹ پر)

افریقہ میں عیسائیت کے زوال کی وجہ

مشہور امریکی سیاح وِلارڈ پرائس کا ذاتی مشاہدہ

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آج سے ستر سال قبل عیسائیت کے زوال پذیر ہونے اور صلیب کا غلبہ مٹنے کی خبر دیتے ہوئے فرمایا تھا :-

"اِس عاجز کو اور بزرگوں کی فطرتی مشابہت سے علاوہ ...... حضرت مسیح کی فطرت سے ایک خاص مشابہت ہے اور اسی فطرتی مشابہت کی وجہ سے مسیح کے نام پر یہ عاجز بھیجا گیا تا صلیبی اعتقاد کو پاش پاش کر دیا جائے سو میں صلیب کے توڑنے اور خنزیروں کے قتل کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ میں آسمان سے اُترا ہوں اُن پاک فرشتوں کے ساتھ جو میرے دائیں بائیں تھے جن کو میرا خدا جو میرے ساتھ ہے میرے کام کے پورا کرنے کے لئے ہر ایک مستعد دل میں داخل کرے گا بلکہ کر رہا ہے۔ اور اگر میں چپ بھی رہوں اور میری قلم لکھنے سے رُکی بھی رہے تب بھی وہ فرشتے جو میرے ساتھ اُترے ہیں اپنا کام بند نہیں کرسکتے۔ اور ان کے ہاتھ میں بڑی بڑی گرزیں ہیں جو صلیب توڑنے اور مخلوق پرستی کی ہیکل کچلنے کے لئے دی گئی ہیں۔" (فتح اسلام)

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی اِس بشارت کے مطابق علی الخصوص افریقہ کے برِاعظم میں مخلوق پرستی کی ہیکل جس بُری طرح کچلی جا رہی ہے اور صلیب ٹوٹ ٹوٹ کر پاش پاش ہو رہی ہے اِس کا اعتراف آج یورپ اور امریکہ سے شائع ہونیوالے اخبارات و رسائل میں بڑی کثرت سے منظرِ عام پر آرہا ہے۔ نیز افریقہ کی موجودہ صورتِ حال کے متعلق کتابیں لکھنے والے مغربی مصنفین بھی اِس حقیقت کا اعتراف کرنے میں اُن سے پیچھے نہیں ہیں۔ چنانچہ اِس قسم کے متعدد اعتراف ہم قبل ازیں انہی صفحات میں ہدیۂ قارئین کر چکے ہیں۔ اِس سلسلہ میں ایک اَور اہم اعتراف ہم قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ یہ اعتراف اِس لئے خصوصی اہمیّت کا حامل ہے کہ یہ ایک نامور مصنّف کے ذاتی مشاہدہ پر مبنی ہے۔

یہ اعتراف ہے مشہور امریکی سیاح وِلارڈ پرائس (Willard Price) کا۔ وہ اب تک مشرق و مغرب کے بیشتر ممالک کی سیاحت کے بعد چشم دید حالات پر مشتمل دو درجن کے قریب کتابیں شائع کر چکے ہیں۔ انہیں امریکہ کے اہلِ قلم سیّاحوں میں ایک ممتاز مقام حاصل ہے اور ان کی کتابیں نہ صرف امریکہ میں بلکہ دنیا بھر میں بہت دلچسپی اور شوق

کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں۔ آج سے دو سال قبل انہوں نے برّ اعظم افریقہ کا ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک بہت وسیع دَورہ کیا تھا۔ وہاں کے حالات بچشم خود مطالعہ کر کے انہوں نے اپنے مشاہدات اور تاثرات کو کتابی شکل میں "Incredible Africa" (ناقابلِ یقین افریقہ) کے نام سے شائع کیا۔ ان کی یہ کتاب پہلی بار لندن سے شائع ہوئی جسے وہاں کے اشاعتی ادارہ ولیم ہینےمن لمیٹڈ (William Heinemann Ltd.) نے شائع کیا۔ کتاب بہت مقبول ہوئی اور ہاتھوں ہاتھ فروخت ہوگئی۔ اگلے ہی سال یعنی ۱۹۶۳ء میں اسے دوبارہ شائع کرنا پڑا۔ اس میں انہوں نے افریقہ میں عیسائیت کی ناکامی اور اسلام کی روز افزوں ترقی پر بھی روشنی ڈالی ہے چنانچہ وہ رقمطراز ہیں:-

"کیا سفید نسل کے لوگوں کا دَور اب افریقہ میں یکسر ختم ہو چکا ہے اور ان کے لئے اب وہاں کسی لحاظ سے بھی کوئی گنجائش نہیں رہی ہے؟

یہ امر شک و شبہ سے بالا ہے کہ اب افریقہ پر وہاں کی اکثریت ہی حکومت کرے گی اور کون نہیں جانتا کہ وہاں اکثریت سیاہ فام لوگوں ہی کی ہے۔

کیا افریقہ جدید کے رنگدار حکمرانوں میں اپنے سابق آقاؤں کے متعلق منافرت کا جذبہ اس قدر گہرا ہے کہ وہاں یورپ اور امریکہ کے لئے ہر قسم کی کارفرمائی کے دروازے بالکل بند ہو جائیں گے؟ سو جاننا چاہیئے کہ وہاں ہر نو آزاد ملک میں سب سے پہلے جو جذبہ اُبھر کر بروئے کار آتا ہے وہ یہی ہوتا ہے کہ اوّلاً تمام غیر ملکیوں سے نجات حاصل کی جائے۔ مراکش میں اوّل دن سے ہی فرانسیسی افسروں کو ہٹا کر مراکشی افسر اُن کی جگہ مقرر کئے جا رہے ہیں حتیٰ کہ امریکہ سے بھی مطالبہ کیا گیا کہ وہ اپنے اڈے ختم کر دے چنانچہ وہ ایسا کرنے پر رضامند ہوگیا۔ گنی نے فرانسیسی آبادی کو صرف اتنی مہلت دی کہ وہ آٹھ یوم کے اندر اندر وہاں سے چلے جائیں۔ کانگو نے قتل و غارت کے بل پر بلجیمی باشندوں کو وہاں سے مار بھگایا۔ ایسے ظالمانہ اور بہیمانہ قتلِ عام کی افریقہ کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔ اور تو اور عیسائی مشنری جو مقامی آبادی کے سب سے زیادہ پُر زور حامی اور ایک طرح سے اُن کے محافظ تھے، جنہوں نے سکول جاری کئے، مغربی طریق علاج اور ادویہ کو رواج دیا، مشرکانہ رسم و رواج کے بالمقابل مسیحی نظریات سے انہیں روشناس کرایا انہیں بھی دوسرے سفید فام لوگوں کے ساتھ نکال دیا گیا۔

بنا بریں اسلام افریقہ میں عیسائیت کی نسبت تین گنا زیادہ تیز رفتاری سے پنپ رہا ہے۔ باہر کے کسی مذہب کو قبول کرنے کا سوال ہو تو اہل افریقہ اس بات پہ آمادہ ہیں کہ وہ اس بارہ میں مسلمانوں کی طرف رجوع کریں جن کا بجز اپنے مذہب کی اشاعت کے افریقہ کے ساتھ اَور کوئی مفاد وابستہ نہیں۔ یورپین آبادکاروں کے متعلق ان کا کہنا یہ ہے کہ یہ لوگ ہمیں بائبل تو دیتے

رہے لیکن ساتھ کے ساتھ اس کے عوض میں ہمیں ہماری زمینوں سے محروم کرتے رہے۔
عیسائی مُنّاد بلی گراہم نے افریقہ کے دورہ سے واپس آکر وہاں عیسائیت کے زوال کی پیشگوئی کی ہے اور کہا ہے کہ وہ وقت آنیوالا ہے کہ جب عیسائیوں کو جان بچانے کے لئے غاروں اور زمین دوز خفیہ مقامات میں پناہ لینی پڑے گی"۔ (ناقابل یقین افریقہ صفحہ ۱۸۹، ۱۹۰)

مسٹر ولارڈ پرائس نے کتاب مذکور کے آخر میں ضمیمہ کے طور پر افریقہ کے مناظر کی بہت دلکش تصاویر کو بھی جگہ دی ہے۔ ان میں سے تصویر نمبر ۳۲ شمالی نائیجیریا کے شہر کانو کی ایک مسجد کی ہے۔ اُس کے نیچے انہوں نے وضاحت کے طور پر جو عبارت درج کی ہے اُس کا ترجمہ یہ ہے :-

"مسجد کے ایک مینار سے بہت دلکش آواز بلند ہو کر وفا شعار مسلمانوں کو نماز کے لئے بلاتی ہے۔ یہ وفا شعار مسلمان عرب باشندے نہیں ہیں (جو باہر سے آکر یہاں آباد ہو گئے ہوں) بلکہ یہاں کے سیاہ فام ہوسا قبائل کے لوگ ہیں جنہیں مبلغینِ اسلام نے اسلام میں داخل کیا ہے۔ افریقہ میں اسلام عیسائیت کی نسبت تین گنا زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ ترقی کر رہا ہے"۔

مسٹر ولارڈ پرائس نے افریقہ میں عیسائیت اور اسلام کے مابین لڑی جانیوالی روحانی جنگ کے متعلق جن تاثرات کا اظہار کیا ہے ان سے یہ تو ظاہر ہی ہے کہ افریقہ میں عیسائیت بُری طرح ناکام ہو رہی ہے اور اس کی بجائے اسلام دن بدن غالب آرہا ہے، قابل غور امر یہ ہے کہ انہوں نے عیسائیت کی ناکامی کی وجوہات پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ یہ وجوہات جیسا کہ خود انہوں نے ان کی جانب اشارہ کیا ہے ایسی ہیں کہ جن سے یہ حقیقت خود بخود مبرہن ہو جاتی ہے کہ اوّلاً افریقہ میں عیسائیت کیسے داخل ہوئی اور وہاں اس کے داخل ہونے کا مقصد کیا تھا۔ عیسائیت وہاں پیاسی روحوں کو تسکین دینے نہیں پہنچی تھی اور نہ وہ تسکین دے سکتی تھی۔ وہ وہاں مغربی استعماریت کے آلۂ کار کے طور پر اُس کے پاؤں جمانے اور اسے مضبوط سے مضبوط تر کرنے کی غرض سے جابراجمان ہوئی تھی۔ اہلِ افریقہ روحانی تسکین کی خاطر نہیں بلکہ مغربی طاقتوں کے سیاسی غلبہ و استیلاء سے مرعوب ہو کر طوعاً و کرہاً اس کے دامِ تزویر میں پھنستے چلے گئے استعماریت کی بنیادیں مضبوط سے مضبوط تر ہوتی چلی گئیں اور ان کی اپنی بے بسی دن بدن بڑھتی چلی گئی۔ بالآخر ایک صدی گزرنے کے بعد نیشنلزم کی بڑھتی ہوئی رَو اور بین الاقوامی حالات کے زیرِ اثر استعماریت کی بنیادیں متزلزل ہونے لگیں اور بالآخر اسے براعظم افریقہ سے اپنا بستر بوریا اٹھا کر رخصت ہونا پڑا۔ اب اس کے رخصت ہونے کے ساتھ مذہب کے روپ میں اس کے سیاسی آلۂ کار یعنی عیسائی مشنوں کو بھی وہاں سے اپنا بوریا بستر اٹھانا پڑ رہا ہے۔ وہ افریقی باشندے جنہوں نے حالات سے مجبور ہو کر عیسائیت قبول کر لی تھی اب ان کی آنکھیں کھل رہی ہیں کہ جسے انہوں نے مذہب کے طور پر قبول کیا تھا وہ تو دراصل بھیڑ کے لباس میں

خون چوسنے والا بھیڑیا تھا۔ اسی لئے اب وہ عیسائیت کو خیر باد کہہ کر اپنی روحانی تسکین کیلئے اسلام کی طرف دوڑے چلے آرہے ہیں۔

رہی ڈاکٹر بلی گراہم کی یہ پیشگوئی کہ افریقہ میں عیسائیت زوال پذیر ہوتی چلی جائیگی سو یہ ایک نامی گرامی عیسائی منّاد کی طرف سے اعترافِ حقیقت کی زبردست مثال ہے کیونکہ عیسائیت فی الحقیقت وہاں زوال پذیر ہوتی چلی جارہی ہے۔ جو چیز واضح حقیقت کا درجہ رکھتی ہو اسے پیشگوئی نہیں قرار دیا جاسکتا۔ البتہ اس حقیقت کا خود مشہورِ عالم عیسائی منّاد کی طرف سے اعتراف عیسائیت کی ناکامی پر مہر تصدیق ثبت کررہا ہے اور دنیا پر روزِ روشن کی طرح عیاں کررہا ہے کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے آج سے ستّر سال قبل عیسائیت کے انتہائی عروج کے زمانہ میں اس کے غلبہ کے ٹوٹنے اور ناپید ہونے کے متعلق جو پیشگوئی فرمائی تھی وہ آپکی صداقت کی ایک بیّن دلیل ہے۔ ڈاکٹر بلی گراہم کا یہ کہنا کہ ظلم و تشدّد کی وجہ سے افریقہ میں عیسائیوں کو جانیں بچانے کے لئے غاروں اور زمین دوز سرنگوں وغیرہ میں پناہ لینی پڑیگی انتہا درجہ کی مبالغہ آمیزی ہے۔ ان کا یہ بیان اسلام اور اہلِ افریقہ کو بدنام کرنے کی مذموم کوشش کا درجہ رکھتا ہے۔ ایسا کچھ ظہور میں آنا اسلئے ممکن نہیں ہے کہ اسلام اپنے روشن دلائل اور نہایت درجہ قابلِ عمل تعلیم کی وجہ سے اہلِ افریقہ کے دل فتح کرتا چلا جائیگا یہاں تک کہ پورے براعظم پر غالب آجائے گا۔ جب تمام اہلِ افریقہ کے شرح صدر کیساتھ اسلام قبول کرلینے سے وہاں عیسائی ہوں گے ہی نہیں تو غاروں وغیرہ میں انکے پناہ لینے کا سوال ہی کیسے پیدا ہوگا۔ اور اگر غالب اکثریت کے مسلمان ہوجانے کے بعد کچھ لوگ عیسائیت پر قائم رہے بھی تو بھی انہیں جانیں بچانے کے لئے غاروں وغیرہ میں پناہ لینے کی ضرورت پیش نہ آئیگی کیونکہ اسلام اقلیتوں کیساتھ مساویانہ بنیادوں پر انتہائی رحم دلانہ اور مشفقانہ سلوک کی تعلیم دیتا ہے ایسی صورت میں انہیں یقیناً پورے پورے شہری اور مذہبی حقوق حاصل ہوں گے۔ دراصل ڈاکٹر بلی گراہم عیسائیت کے زوال سے جو ظاہر و باہر ہے بہت خوفزدہ ہیں۔ اور خود عیسائیت کے اپنے کردار اور معیار کی رو سے اُس کا جو حشر ہونا چاہیئے وہ انکی آنکھوں کے سامنے گھوم رہا ہے۔

بہرحال عیسائیت کے زوال کے متعلق مسٹر ولارڈ پرائس کا مندرجہ بالا اعتراف اور ڈاکٹر بلی گراہم کا خوف و ہراس اس حقیقت کو روزِ روشن کی طرح دنیا پر عیاں کررہا ہے کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے آج سے ستّر سال قبل عیسائیت کے زوال کے متعلق پیشگوئی کے رنگ میں جو بشارت دی تھی وہ آج بڑی شان کے ساتھ پوری ہو رہی ہے۔ حالات کا از خود پلٹا کھا کر افریقہ میں عیسائی طاقتوں کے غلبہ و استیلاء کو ختم کر دینا اور اسکے نتیجے میں عیسائیت کے دن بدن زوال پذیر ہونے کے ساتھ ساتھ وہاں بڑی تیز رفتاری کیساتھ اسلام کا غالب آتے چلے جانا اس امر پر دال ہے کہ فی الحقیقت وہ فرشتے جو حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے ساتھ دائیں اور بائیں آسمان سے اُترے تھے اپنا کام کرنے میں برابر مصروف ہیں۔ وہ گرزیں چلا چلا کر مخلوق پرستی کی ہیکل کو کچل رہے ہیں اور مستعد دلوں میں داخل ہو ہو کر انہیں اسلام کی طرف لا رہے ہیں۔ وہ برابر اس کام میں مصروف رہیں گے یہانتک کہ اسلام افریقہ میں ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں غالب آکر تمام بنی نوع انسان کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے لا جمع کریگا۔ اسوقت دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔ یہ خدائی تقدیر ہے جو بہرحال پوری ہو کر رہیگی۔ دنیا کی کوئی طاقت اسے بدل نہیں سکتی۔ ؎

قضائے آسمان است ایں بہرحالت شود پیدا

بچوں کا صفحہ

انوکھی منّت

(محترم شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی۔ لاہور)

عرب میں قریش کی قوم سب سے زیادہ معزز تھی اور قریش میں بنی ہاشم کا قبیلہ سب سے شریف سمجھا جاتا تھا عبدالمطلب بن ہاشم اُس قبیلے کے رئیس اور مکّہ کے سردار تھے۔ کعبہ کے متولّی ہونے کی وجہ سے تمام عرب اُن کی عزّت کرتا تھا۔

عبدالمطلب نے ایک دفعہ ایسی عجیب وغریب مَنّت مانی کہ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے آج تک شاید کسی نے نہ مانی ہوگی۔ اُنہوں نے کہا کہ اگر میرے ہاں دس بیٹے پیدا ہوئے اور سارے میرے سامنے جوان بھی ہوگئے تو میں اُن میں سے ایک بیٹے کو خدا کے نام پر قربان کر دونگا۔

اللہ تعالےٰ کی قدرت عجیب ہے کہ اُن کے ہاں دس بیٹے پیدا ہوئے اور دسوں ہی اُن کی زندگی میں جوان ہوگئے۔ مَنّت مانتے وقت تو عبدالمطلب کو کچھ بھی خیال نہ تھا۔ مگر جب اُسے پورا کرنے کا وقت آیا تو وہ بڑے سٹ پٹائے۔ لیکن آدمی بات کے سچّے اور دل کے پکّے تھے۔ سارے بیٹوں کو خانہ کعبہ میں لے گئے تاکہ حسبِ وعدہ اُن میں سے ایک کو قربان کر دیں۔

کعبہ میں پہنچ کر اُنہوں نے قُرعہ ڈالا تو وہ اُنکے سب سے چھوٹے بیٹے عبداللہ کے نام نکلا۔ اُن کی عمر اگرچہ ابھی صرف سترہ برس کی تھی مگر سارے بیٹوں میں سب سے زیادہ لائق اور نیک تھے۔ علاوہ ازیں صورت شکل کے لحاظ سے بھی اپنے سب بھائیوں سے بہتر تھے۔ اِس وجہ سے عبدالمطلب کو اُن سے بہت محبت تھی۔ ویسے بھی چھوٹی اولاد سے عام طور پر والدین کو زیادہ محبّت ہُوا ہی کرتی ہے۔ اِس لئے جب عبداللہ کے نام قُرعہ نکلا تو عبدالمطلب قدرتاً بہت گھبرائے مگر بہرحال اُنہوں نے مَنّت پوری کرنی چاہی۔

اِتنے میں قریش کے بہت سے آدمی کعبہ میں جمع ہوگئے۔ جب اُنہوں نے یہ قصّہ سُنا تو عبدالمطلب سے کہنے لگے "ایسا کبھی نہیں ہوسکتا کہ اتنا لائق نوجوان اِس طرح موت کی نیند سُلا دیا جائے۔ آپ یہ کام کریں کہ دس اونٹوں پر اور عبداللہ پر قُرعہ ڈالیں۔ اگر قُرعہ اونٹوں کے نام نکل آیا تو اُنہیں ذبح کر ڈالیں۔

چنانچہ دوسری دفعہ قُرعہ ڈالا گیا مگر اُس وقت بھی وہ عبداللہ ہی کے نام نکلا۔ لوگوں نے پھر کہا کہ اچھا اب بیس اونٹوں اور عبداللہ پر قُرعہ ڈالو لیکن اُس مرتبہ بھی قُرعہ میں عبداللہ ہی کا نام آیا۔ قوم کے بار بار اصرار سے عبدالمطلب دس دس اونٹ زیادہ کرکے قُرعہ ڈالتے رہے مگر ہر بار قُرعہ عبداللہ

کے نام ہی نکلتا رہا۔ آخر جب تعداد ایک سو اونٹوں تک پہنچ گئی اُس وقت قرعہ اونٹوں کے نام نکلا یہ دیکھ کر عبدالمطلب نہایت خوش ہوئے ۔ مگر انہوں نے مزید اطمینان کے لئے دوبارہ قرعہ ڈالا۔ اُس وقت بھی وہ اونٹوں ہی کے نام نکلا۔

اِس کے بعد انہوں نے انتہائی مسرت کے ساتھ عبداللہ پر ایک سو اونٹ قربان کر دئیے۔ یہی عبداللہ ہمارے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے والد تھے ۔

مُلکِ رُوحانی کی شاہی

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

مُلکِ روحانی کی شاہی کی نہیں کوئی نظیر .. گو بہت دُنیا میں گزرے ہیں امیرو تاجدار

داغِ لعنت ہے طلب کرنا زمیں کا عزّ و جاہ .. جس کا جی چاہے کرے اِس داغ سے وہ تن فگار

کام کیا عزّت سے ہم کو شہرتوں سے کیا غرض .. گر وہ ذلّت سے ہو راضی اُس پہ سو عزّت نثار

ہم اُسی کے ہو گئے ہیں جو ہمارا ہو گیا .. چھوڑ کر دنیائے دُوں کو ہم نے پایا وہ نگار

دیکھتا ہوں اپنے دل کو عرشِ ربّ العالمیں

قُرب اتنا بڑھ گیا جس سے ہے اُترا مجھ میں یار

(دُرِّ ثمین)

اہم مرکزی اعلانات

انصار اللہ کی ماہانہ رپورٹیں!

بعض مجالس قرآن مجید کا ترجمہ سیکھنے، درس دینے، نماز با جماعت ادا کرنے، ناخواندہ اصحاب کو پڑھانے اور سلسلہ کی کتب کے مطالعہ وغیرہ کی تلقین ایسے نیک کام کرتی رہتی ہیں اور ایسے کام قریباً ہر مجلس میں جاری ہیں لیکن مجالس اپنی نیک مساعی کی اطلاع باقاعدہ ہر ماہ مرکز کو نہیں بھجواتیں۔ چنانچہ اِس وقت تک ماہ دسمبر کی رپورٹیں بعض مجالس کی طرف سے ہمیں نہیں پہنچیں۔ عہدیداران سے گزارش ہے کہ وہ اپنی اوّلین فرصت میں دسمبر کی رپورٹ کارگزاری بھجوا دیں۔

کارگزاری کی رپورٹ مطبوعہ فارم پر آنی چاہیئے جن مجالس کے پاس فارم نہ ہوں وہ خط لکھ کر دفتر سے منگوا سکتی ہیں۔ (قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

انسپکٹران انصار اللہ کا دورہ

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے انسپکٹر مکرم چوہدری محمد یعقوب خان صاحب و مکرم محمد بشیر صاحب علی الترتیب ضلع سیالکوٹ، گوجرانوالہ اور ضلع منٹگمری، ضلع مظفر گڑھ، ضلع ڈیرہ غازیخان کا دورہ ۱۰؍ جنوری ۱۹۶۲ء سے کر رہے ہیں مذکورہ بالا اضلاع کی مجالس انصار اللہ کے عہدیداران سے گذارش ہے کہ وہ ہر دو انسپکٹر صاحبان سے پورا پورا تعاون فرماویں۔ دورہ کی ایک غرض ماہنامہ انصار اللہ کی توسیع اشاعت بھی ہے۔ (قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

حضرت مولانا راجیکی صاحبؓ کا المناک وصال۔ بقیہ صفحہ کے فی الحقیقت مُنہ بند کر دیئے۔ آپ کا دریٔ فیض نصف صدی سے زائد عرصہ تک مرجع خاص و عام بنا رہا۔ ایسے فاضلِ اجل، عالمِ باعمل اور مستجاب الدعوات بزرگ کا وصال ایک بہت بڑا قومی نقصان ہے جس کی تلافی خدا تعالیٰ کے خاص فضل کے بغیر ممکن نہیں۔

ادارہ "انصار اللہ" حضرت مولانا مرحوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال پر آپ کی اہلیہ صاحبہ محترمہ، صاحبزادگان اور دیگر افرادِ خاندان نیز جملہ احبابِ جماعت سے دلی ہمدردی اور تعزیت کا اظہار کرتا ہے اور دردمند دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور دست بدعا ہے کہ وہ اپنے فضل سے آپ کے درجات بلند فرمائے اور اعلیٰ علیین میں اپنے خاص مقامِ قرب سے نوازے اور ہم سب کو آپ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے خدائی انوار و برکات کو اپنے اندر جذب کرنے اور علم و معرفت میں کمال حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے تا کہ ہم نسلاً بعد نسلٍ مذکورہ بالا آسمانی بشارت کے مصداق بنتے چلے جائیں اور اپنی سچائی کے نور اور دلائل اور نشانوں کی رو سے دنیا میں صداقت کو پھیلانے اور ہر قوم و نسل کے لوگوں کو فیض پہنچانے کا وسیلہ قرار پائیں۔ آمین اللّٰھم آمین ۔

مجلس عاملہ انصار اللہ مرکزیہ برائے ۱۹۶۴ء

(حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

مجالس انصار اللہ کی اطلاع کے لئے تحریر ہے کہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی منظوری سے یکم جنوری ۱۹۶۴ء سے ۳۱ دسمبر ۱۹۶۴ء تک کے لئے مندرجہ ذیل اصحاب کو مجلس عاملہ مرکزیہ کا رکن مقرر کیا گیا ہے۔ مجالس و اراکین تعاون فرماویں۔

اراکین خصوصی :-

۱۔ محترم صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب ایم۔ اے

۲۔ محترم سید ولی اللہ شاہ صاحب

۳۔ محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب

اراکین عمومی :-

۱۔ محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب	نائب صدر
۲۔ شیخ محبوب عالم صاحب خالد ایم۔ اے	قائد عمومی
۳۔ مکرم مولوی جلال الدین صاحب شمس	قائد تعلیم
۴۔ مکرم مولوی ابو العطاء صاحب	قائد تربیت
۵۔ مکرم چوہدری ظہور احمد صاحب	قائد مال
۶۔ مکرم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب	قائد ذہانت و صحت جسمانی
۷۔ مکرم صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب	قائد ایثار
۸۔ مکرم حبیب اللہ خان صاحب	قائد تجنید
۹۔ مکرم مسعود احمد خاں صاحب دہلوی	قائد اشاعت
۱۰۔ مکرم شیخ مبارک احمد صاحب	قائد اصلاح و ارشاد

(خاکسار۔ مرزا ناصر احمد صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

نمازیں عمدہ طرح سے پڑھا کرو اور روزہ صدق سے رکھو

ایک روز چند احباب بیعت کر چکے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام نے انہیں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا :-

'' پانچوں نمازیں عمدہ طرح سے پڑھا کرو ، روزہ صدق سے رکھو ، اور اگر صاحب توفیق ہو تو زکوٰۃ ، حج وغیرہ اعمال میں بھی کمربستہ رہو اور ہر قسم کے گناہ اور شرک اور بدعت سے بیزار رہو -

اصل میں گناہ کی شناخت کے اصول صرف دو ہی ہیں اول حق اللہ کی بجا آوری میں کمی یا کوتاہی ، دوم حق العباد کا خیال نہ کرنا - اصل اصول عبادت بھی یہی ہیں کہ ان دونوں حقوں کی محافظت کما حقہ کی جاوے اور گناہ بھی انہیں میں کوتاہی کرنے کا نام ہے - اپنے عہد پر قائم رہو اور جو الفاظ اس وقت تم نے میرے ہاتھ پر بطور اقرار زبان سے نکالے ہیں ان پر مرتے دم تک قائم رہو - انسان بعض اوقات دھوکہ کھاتا ہے - وہ سمجھتا ہے کہ میں نے اپنے لئے توبہ کا درخت بو لیا ہے اور اس کے پھل کی امید رکھتا ہے - یا سمجھتا ہے کہ ایمان میں نے حاصل کر لیا ہے اور اس کے نتائج مترتب ہونے کا منتظر ہوتا ہے - مگر اصل میں وہ خدا کے نزدیک نہ تائب اور نہ سچا مومن کچھ بھی نہیں ہوتا کیونکہ جو چیز اللہ تعالی کی پسندیدگی اور منظوری کی حد تک نہ پہنچی ہوئی ہو وہ چیز اس کی نظر میں ردی اور حقیر ہوتی ہے ، اس کی کوئی قدروقیمت خداتعالی کے نزدیک نہیں ہوتی - ہم دیکھتے ہیں کہ ایک انسان جب کسی چیز کے خریدنے کا ارادہ کرتا ہے جب تک کوئی چیز اس کی پسندیدگی میں نہ آوے تب تک اس کی نظر میں ایک ردی محض اور بے قیمت ہوتی ہے - تو جب انسان کا یہ حال ہے تو خدا تو قدوس اور پاک اور بے لوث ہستی ہے وہ ایسی ردی چیز کو اپنی جناب میں کب منظور کرنے لگا ؟

دیکھو یہ دن ابتلاء کے دن ہیں ، وبائیں ہیں قحط ہے ، غرض اس وقت خداتعالی کا غضب زمین پر نازل ہو رہا ہے - ایسے وقت میں اپنے آپ کو دھوکہ مت دو اور صاف دل سے اپنی کوئی پناہ بنا لو - ،،

(الحکم ۳۱ مارچ ۱۹۰۳ء)

ٹائٹل نصرت آرٹ پریس گولبازار ربوہ میں طبع ہؤا